# علامہ عبد العزیز میمن: اُردو زبان میں تالیفات و مقالات

راشد شیخ*

علامہ عبد العزیز میمن عربی زبان و ادب کے بین الاقوامی شہرت یافتہ عالم، محقق اور استاد تھے۔ جب ہم ان کے عربی زبان پر عبور اور علمی خدمات پر غور کرتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ ایک ایسا شخص جس نے ایک دن بھی کسی کالج یا یونی ورسٹی میں تعلیم حاصل نہ کی ہو اور جس کو عربی تعلیم حاصل کرنے کے لیے ایک دن بھی کسی عرب ملک میں رہنے کا موقع نہ ملا ہو محض اپنی محنت سے وہ بلند مقام حاصل کر لیتا ہے کہ اہل زبان اسے اپنا استاد بلکہ امام اللغۃ العربیہ تسلیم کرتے ہیں۔ علامہ میمن کا تقریباً تمام علمی کام خالص تحقیقی نوعیت کا ہے جو عربی زبان میں ہے۔ ادب عربی کی تعلیم و تحقیق کا جو معیار ہمارے ہاں تھا اور ہے اس کی بنا پر علامہ میمن کی علمی و تحقیقی خدمات پر خاطر خواہ توجہ نہ دی جا سکی اور یوں ان کی عبقری شخصیت نگاہوں سے اوجھل رہی جب کہ دوسری طرف صورت حال یہ رہی کہ تحقیق کے میدان میں نہ صرف عالمِ عرب کے علما و فضلا نے بلکہ یورپی مستشرقین تک نے ان کی فضیلت اور برتری کا بارہا اعتراف کیا۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انھوں نے تمام عمر شہرت و ناموری سے دور رہ کر صرف اور صرف علم و تحقیق ہی سے تعلق رکھا۔ وہ تمام عمر ستائش کی تمنا اور صلے کی پروا کیے بغیر عربی زبان و ادب کی خدمت میں مشغول رہے اور شاگردوں کی ایک ایسی جماعت تیار کر گئے جنھوں نے علم و تحقیق کے میدان میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔

علامہ عبد العزیز میمن کے والد محترم کا نام شیخ عبد الکریم تھا۔ ان کی پہلی اولاد علامہ میمن تھے۔ علامہ میمن کی پیدائش گونڈل (جوناگڑھ) میں ۱۸۸۸ء کے اواخر میں ہوئی۔ سات سال کی عمر میں آپ کے والد نے مزید تعلیم کے لیے مہابت مدرسہ جوناگڑھ بھیج دیا۔ یہاں آپ نے تین سال تک دینی تعلیم حاصل کی۔ جب علامہ میمن کی عمر تقریباً دس برس ہو گئی تو آپ کے والد محترم نے جوناگڑھ سے راج کوٹ بلوا لیا جہاں آپ نے مزید تین برس تک اردو و فارسی کی مروجہ دینی تعلیم بڑی محنت سے حاصل کی۔ علامہ میمن کی عمر جب تیرہ برس کی تھی تو ان کے والد نے ایک نو مسلم طٰہٰ عبد الخالق کے ہمراہ انھیں دہلی بھیج دیا تاکہ وہ اعلیٰ دینی تعلیم حاصل کریں۔ یہ واقعہ دسمبر ۱۹۱۰ء کا ہے۔ اس عہد کا دہلی حقیقت میں شہر علم و حکمت تھا۔ دُور دُور سے تشنگانِ علم دہلی آتے اور اپنی علمی پیاس

* سول انجینئر، مصنف، محقق، مقیم کراچی

بجھاتے۔ ابتدا میں علامہ میمن نے صدر بازار دہلی میں واقع مولوی عبدالوہاب کے مدرسے میں تین سال تک ابتدائی فارسی اور صرف و نحو کی کتب روایتی طریقے سے پڑھیں لیکن وہاں کے طریقہ تعلیم سے عدم اطمینان کی وجہ سے خود ہی محنت کی اور ذاتی کوشش اور مسلسل محنت سے صرف و نحو پر عبور حاصل کیا۔ اس عہد میں میاں نذیر حسین محدث کے درسِ حدیث کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی۔ علامہ میمن بھی خواہش مند تھے کہ ان سے شرف تلمذ حاصل کریں لیکن انھیں دہلی آئے ایک سال ہی ہوا تھا کہ میاں صاحب کا انتقال ہو گیا۔ علامہ میمن ان کے جنازے میں شریک ہوئے۔[۱]

اس عہد میں ڈپٹی نذیر احمد اردو کے نام ور ادیب، انشا پرداز اور ناول نگار دہلی میں موجود تھے، اس کے ساتھ ہی وہ عربی زبان و ادب کے عالم اور شاعر بھی تھے۔ درسِ نظامی کی مروجہ کتب کی تکمیل کے بعد ۱۹۰۳ء یا ۱۹۰۴ء میں علامہ میمن عربی ادب کی تعلیم کی خاطر ڈپٹی نذیر احمد کے پاس پہنچے۔ ڈپٹی نذیر احمد نہایت بذلہ سنج اور زندہ دل بزرگ تھے۔ علامہ میمن نے ڈپٹی نذیر احمد سے دیوانِ حماسة، دیوانِ متنبی، مقاماتِ حریری اور سقط الزند پڑھیں۔ یہ تمام عربی ادب کی اعلیٰ درجے کی کتب ہیں۔[۲] دہلی میں مروجہ کتبِ درسِ نظامی نیز ڈپٹی نذیر احمد سے عربی ادب کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اواخر ۱۹۰۸ء میں وہ امروہہ تشریف لے گئے اور وہاں تقریباً ایک برس تک مروجہ علوم کی تحصیل کی۔ اس عہد میں رامپور پاک و ہند کا بہت بڑا علمی مرکز تھا۔ یہاں مدرسہ عالیہ جیسا ملک گیر شہرت کا تعلیمی ادارہ تھا جس کے صدرِ مدرس علامہ طیّب عرب مکی تھے۔ قیامِ دہلی کے دوران ہی علامہ میمن کا رجحان عربی ادب کی جانب ہو چکا تھا۔ امروہہ سے رامپور روانگی کی اصل وجہ یہی تھی کہ امروہہ ان کے عزم و حوصلے کے لیے مناسب مقام نہیں تھا۔ وہ حصولِ علم کی خاطر کسی کامل کے متلاشی تھے اور یہ شخصیت رامپور میں علامہ طیّب عرب مکی کی تھی جن سے وہ عربی ادب کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے۔ اسی مقصد کے حصول کی خاطر اوائل ۱۹۱۰ء میں علامہ میمن امروہہ سے رامپور پہنچے اور مدرسہ عالیہ رامپور میں داخلہ لیا۔ قیامِ رامپور کے دوران ہی علامہ میمن نے ۱۹۱۱ء میں پنجاب یونی ورسٹی سے منشی فاضل اور اس کے دو برس بعد ۱۹۱۳ء میں اسی یونی ورسٹی سے مولوی فاضل کے امتحانات دیے اور دونوں میں تمام طلبہ میں سب سے زیادہ نمبر حاصل کیے۔ اس کے علاوہ فلسفہ اور انگریزی زبان کی تعلیم بھی اسی زمانے میں حاصل کی۔ اس زمانے میں علامہ میمن شاعری سے بھی شغف رکھتے تھے اور انھوں نے اپنا تخلص "اسیف" اختیار کیا تھا۔ علامہ میمن جون ۱۹۱۳ء میں رامپور سے لاہور پہنچے تھے۔ لاہور آمد کی اصل غرض یہ تھی کہ پنجاب یونی ورسٹی کے تحت مولوی فاضل کے امتحان میں شرکت کریں۔ اس زمانے میں میں ایڈورڈز کالج پشاور میں عربی و فارسی کی تعلیم کے لیے ایک مولوی صاحب استاد تھے جن کا کالج کے انگریز

پرنسپل سے اختلاف ہو گیا اور پرنسپل نے اورینٹل کالج کے پرنسپل اے سی وولنر کو بذریعہ ٹیلی گرام مطلع کیا کہ مجھے عربی فارسی کا ایک پروفیسر چاہیے۔ وولنر نے اس عہدے کے لیے علامہ میمن کو پیش کش کی چناں چہ علامہ میمن ایڈورڈز کالج پشاور پہنچ گئے جہاں ان تنخواہ وہاں ستر روپے ماہانہ مقرر کی گئی۔[3] پشاور میں علامہ میمن بحیثیت پروفیسر عربی و فارسی ۱۹۱۳ء تا ۱۹۲۰ء مقیم رہے۔ علامہ میمن کے قلم سے قیام پشاور کے زمانے کی ایک اہم علمی خدمت کتب خانہ اسلامیہ کالج میں محفوظ مخطوطات کی فہرست کی تصحیح اور اس میں اضافات ہیں۔ یہ فہرست مولوی عبدالرحیم لائبریرین اسلامیہ کالج پشاور نے بڑی محنت سے تیار کی تھی۔ اس میں دو ہزار سے زائد مخطوطات اور چھ سو اٹھاسی مصنفین کے حالات بڑی محنت سے لکھے۔ انھوں نے اشاعت سے قبل مسودہ علامہ میمن کو بغرض تصحیح و اضافات دکھایا تھا۔ علامہ میمن نے ایک ایک اندراج کا بغور مطالعہ کیا اور اپنی وسیع معلومات کی بنا پر نہ صرف بعض اغلاط کی تصحیح کی بلکہ ضروری اضافے بھی کیے۔ یہ فہرست ۱۹۱۸ء میں آگرہ سے طبع ہوئی اور لباب المعارف العلمیۃ کے نام سے شائع کی گئی۔ اس کے صفحات نمبر ۴۲۵ تا ۴۳۶ پر علامہ میمن کے اضافے و تصحیحات شایع کیے گئے۔ یہاں یہ نکتہ بڑا اہم ہے کہ اضافات و تصحیحات کرتے وقت علامہ میمن کی عمر تیس برس سے بھی کم تھی لیکن تبحر علمی، اور وسیع معلومات ان صفحات کے حرف حرف سے ظاہر ہے۔[4]

علامہ میمن کی پوری زندگی حصولِ علم اور حصولِ کمال کی خاطر محنت و مشقت اور ذوق و شوق کی عجب داستان ہے۔ وہ تمام عمر خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہے اور کسبِ کمال کر کے عزیز جہاں بن گئے۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، ایڈورڈز مشن کالج پشاور میں علامہ میمن نے سات سال تک بحیثیت مدرس عربی و فارسی خدمات انجام دیں۔ اس کے بعد انھیں اپنے بلند مقاصد کے حصول کے لیے وسیع تر میدان کی تلاش ہوئی۔ لاہور میں مقیم اس عہد کے اصحابِ علم و فضل سے ان کے تعلقات قائم ہو چکے تھے۔ اب علامہ میمن بھی اس کے خواہش مند تھے کہ پشاور کے محدود ماحول سے نکل کر کسی بڑے علمی مرکز میں منتقل ہو جائیں جہاں انھیں علمی و تحقیقی کاموں کے لیے وسیع افق مہیا ہو۔ پشاور کے نزدیک ترین ایسا علمی مرکز لاہور ہی تھا۔ علامہ میمن کو قیام پشاور کے دوران اطلاع ملی کہ اورینٹل کالج لاہور میں استادِ عربی کی اسامی خالی ہوئی ہے چناں چہ انھوں نے اس اسامی کے لیے درخواست دی۔ اس اسامی پر ان کا تقرر یکم اپریل ۱۹۲۰ء کو ہوا اور ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ء تک لاہور میں قیام رہا۔[5]

قیام لاہور کے دوران علامہ میمن اپنا زیادہ وقت پنجاب یونی ورسٹی کے وسیع اور عظیم الشان کتب خانے میں صرف کرتے تھے۔ اس دور میں یہ نادر کتب خانہ اولڈ کیمپس میں واقع تھا جو اورینٹل کالج سے محض چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ اسی زمانے میں علامہ میمن نے اپنے مطالعے کو وسیع سے وسیع تر کیا اور تحریری اور تصنیفی کاموں کو

بھی آگے بڑھایا۔ اس دوران ان کے عربی مقالات مجلّہ الزہراء اور اردو مقالات اورینٹل کالج میگزین اور معارف اعظم گڑھ جیسے وقیع رسائل میں شائع ہوئے۔ اس زمانے کی علمی خدمات میں فہارس اقلید الخزانہ، الزہر الجنی من ریاض المیمنی، ابوالعلاء وما الیہ شامل ہیں۔

جب مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ میں شیخ عبدالحق حقی بغدادی کی وفات (۱۹۲۴ء) کے بعد ان کی جگہ خالی ہوئی تو اس کی اطلاع علامہ میمن کو بھی ملی چناں چہ انھوں نے علی گڑھ یونی ورسٹی میں تقرر کے لیے کوشش کی اور ان کا انتخاب شعبہ عربی میں بحیثیت ریڈر ہوا، بعد ازاں وہ شعبے کے صدر بھی بن گئے۔ علامہ میمن شعبہ عربی مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے پہلے ہندوستانی صدر تھے۔ ان سے پہلے اس عہدے پر انگریز، جرمن یا عرب اساتذہ کا ہی تقرر ہوا تھا۔ علامہ میمن کے تقرر کی اس دور کے علما مثلاً مولانا حبیب الرحمن شروانی، مولانا سید سلیمان ندوی اور سر شیخ عبدالقادر نے بلند الفاظ میں تعریف کی تھی۔[۶] ۱۹۳۵ء تک علامہ میمن کی عربی دانی کی شہرت ہندوستان سے نکل کر عالمِ عرب تک پھیل چکی تھی۔ وہ اس وقت تک ہندوستان کے تقریباً تمام اہم کتب خانوں کو کھنگال چکے تھے۔ اب وہ چاہتے تھے کہ عالم اسلام کے کتب خانوں سے استفادہ کی خاطر سفر کریں اور وہاں موجود گوہر ہائے علمی سے اپنا دامن بھریں۔ اس کے علاوہ اس علمی سفر کی ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ برسہابرس کی محنت کے بعد وہ اپنی تحقیق کا شاہکار سمط اللآلی کا مسودہ تیار کر چکے تھے۔ ہندوستان میں عربی کتب کے ناشرین نہ ہونے کے برابر تھے اس لیے انھوں نے فیصلہ کیا کہ عالم عربی کے علمی مرکز قاہرہ جا کر خود یہ کتاب اپنی نگرانی میں شائع کرائیں تاکہ اغلاط سے پاک کتاب شائع ہو۔ علامہ میمن نے یہ طویل علمی سفر ۱۶ ستمبر ۱۹۳۵ء تا ۲۱ جون ۱۹۳۶ء تک کیا۔ اس دوران جن جن ممالک میں کتب خانوں سے استفادہ کیا ان میں مصر میں قاہرہ، اسکندریہ کے علاوہ حلب، دمشق، بیت المقدس، بغداد، نجف اور استنبول کے کتب خانے شامل ہیں۔[۷]

۳۱ مارچ ۱۹۵۱ء کو علامہ میمن شعبہ عربی مسلم یونی ورسٹی علی گرھ سے طویل عرصہ خدمات انجام دینے کے بعد سبک دوش ہو چکے تھے اور اس کے بعد علی گڑھ ہی میں مقیم رہے۔ ۱۹۵۴ء میں اپنے بیٹوں سے ملنے علی گڑھ سے حیدرآباد (سندھ) پہنچے۔ اس وقت پاکستان میں مصر کے سفیر عبدالوہاب عزام تھے جو علامہ میمن کی علمیت اور عربی دانی کے معترف تھے۔ ان کی کوشش سے علامہ میمن کو اکتوبر ۱۹۵۴ء سے ادارہ تحقیقات اسلامی کے پہلے ڈائریکٹر کا منصب پیش کیا گیا جسے علامہ نے قبول کر لیا اور علی گڑھ سے کراچی منتقل ہو گئے۔ اوائل ۱۹۵۶ء میں جامعہ کراچی میں شعبہ عربی قائم کیا گیا اور اس کی صدارت اور شعبے کو مضبوط بنیادوں پر قائم کرنے کی ذمہ داری بھی علامہ میمن کو سونپی گئی۔ علامہ میمن اس دور میں بیک وقت دو ذمہ داریاں ادا کر رہے تھے یعنی ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی (بلا

مشاہرہ) اور صدر شعبہ عربی جامعہ کراچی (بامشاہرہ)۔ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کے لیے حصولِ کتب کے سلسلے میں علامہ میمن سے بہتر کوئی اور شخص نہیں تھا اسی لیے یہ ذمہ داری انھیں سونپی گئی کہ ادارے کے لیے نادر کتب و مخطوطات حاصل کریں۔ علامہ میمن نے اس مقصد کے لیے عالم اسلام کے علمی مراکز کے دو اسفار کیے، پہلی مرتبہ وہ ۱۹۵۶ء میں حصولِ کتب کے لیے گئے۔ ۱۹۷۵ء میں علامہ میمن نے اپنی اہلیہ کے ہمراہ فریضہ حج ادا کیا۔ علامہ کی قدر افزائی کی خاطر سفر اور قیام وطعام کے تمام انتظامات حکومتِ سعودی عرب نے برداشت کیے تھے۔ اس موقع پر ریاض سے شائع ہونے والے معروف ہفت روزہ الیمامہ نے مورخہ ۷ جولائی ۱۹۷۵ء کے شمارے میں علامہ میمن کی علمی خدمات کے اعتراف میں ایک مضمون شائع کیا اور علامہ میمن کی خدمات کا ان بلند الفاظ میں اعتراف کیا گیا:

> عربی ادب کی میراث میں تکلیف دہ حد تک محنت طلب تحقیق اور مطبوعات کے اعتراف کا کون فرد مستحق اور لائق خراج تحسین ہو سکتا ہے بجز علامہ استاذ المیمنی کے جنھوں نے اس عظیم زبان وادب کی محبت کے سبب بہت زیادہ تکالیف اٹھائیں اور عربی زبان کے شاہکاروں کی تلاش میں سرگرداں رہے۔ انھوں نے ہندوستان، ترکی، شام اور مصر وغیرہ کا سفر اختیار کیا اور عربی زبان کے نادر قلمی نسخوں اور دستاویزات کا کھوج لگایا اور انھیں حاصل کیا۔ یہ سب تکالیف انھوں نے اپنے ذاتی مفاد کے لیے نہیں بلکہ سب لوگوں کی بھلائی کے لیے برداشت کیں جن میں عرب بھی شامل ہیں۔[۸]

حصولِ کتب کے لیے دوسری مرتبہ انھوں نے ۱۹۸۵ء میں مسلم ممالک کا سفر کیا۔ ان دوروں کی خاطر تمام اخراجاتِ قیام و طعام حکومتِ پاکستان برداشت کر رہی تھی۔ اگر علامہ میمن چاہتے تو مہنگے سے مہنگے اور پر تعش ہوٹلوں میں قیام کر سکتے تھے اور حکومت سے زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کر سکتے تھے لیکن اپنی فطری سادگی، پاکستان سے محبت اور یہاں ایک اسلامی علمی تحقیقی ادارے کی مضبوط بنیادوں پر قیام کی خاطر انھوں نے تمام موقعوں پر انتہائی سادگی سے گزر بسر کی اور اپنی پوری توجہ نادر کتب کے حصول پر مرکوز رکھی اور قیمتی مخطوطات وکتب اپنے ذاتی تعلقات کی بنا پر نہایت کم قیمت پر لائے۔

دسمبر ۱۹۵۷ء تا جنوری ۱۹۵۸ء پنجاب یونی ورسٹی لاہور کے زیر اہتمام عالمی مذاکرہ اسلامی (International Islamic Colloquium) کا انعقاد کیا گیا جس میں مشرق و مغرب کے چوٹی کے ماہرین اسلامیات و مستشرقین نے شرکت کی۔ اس علمی مذاکرے میں علامہ میمن نے بھی شرکت فرمائی، عالم عرب کے چوٹی کے علماء وفضلاء بھی شریک ہوئے۔ اس عہد میں علامہ میمن ضعیف العمری (ان کی عمر ستر سال سے زائد ہو چکی تھی) کے باوجود دو دو ذمہ داریاں ادا کر رہے تھے۔ اب انھوں نے فیصلہ کیا کہ پوری توجہ ادارہ تحقیقات اسلامی اور وہاں تحقیقی کاموں پر صرف کریں گے

چناں چہ ۳۱مارچ ۱۹۵۹ء کو انھوں نے جامعہ کراچی سے اپنا تعلق منقطع کر لیا۔ کچھ ہی عرصے بعد ۱۸ جون ۱۹۶۰ء کو بعض مخصوص حالات کی وجہ سے مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی سے بھی اپنا تعلق منقطع کرنے پر مجبور کر دیے گئے۔[۹]

ستمبر ۱۹۶۴ء میں یونی ورسٹی اورینٹل کالج لاہور کے تحت عربی زبان کی ایک عالمی کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ اس وقت کالج کے پرنسپل ڈاکٹر سیّد عبداللہ (علامہ میمن کے شاگرد) تھے۔ مدعوئین میں علامہ میمن کا نام سرفہرست تھا چناں چہ وہ لاہور پہنچے اور کانفرنس میں بھرپور شرکت کی۔ اس وقت پنجاب یونی ورسٹی کے وائس چانسلر پروفیسر حمید احمد خان (۱۹۰۳ء۔۱۹۷۴ء) تھے جو علامہ میمن کے علمی مقام سے بخوبی واقف تھے۔ کانفرنس کے دوران ہی انھوں نے علامہ سے پرزور درخواست کی کہ اورینٹل کالج میں دوبارہ بحیثیت صدر شعبہ عربی تشریف لائیں اور اپنے علم سے طلبہ کو فیض یاب کریں۔ علامہ میمن تقریباً پانچ سال سے کراچی میں مقیم تھے۔ ضعیف ہو چکے تھے (عمر ۷۶ برس ہو چکی تھی) لیکن پروفیسر حمید احمد خاں کی درخواست کو قبول کیا اور چند روز بعد اہلیہ کے ہمراہ لاہور تشریف لے گئے اور باقاعدہ تدریس کا آغاز کیا۔ لاہور میں علامہ میمن دو سال تک مقیم رہے، ان کا قیام سمن آباد میں تھا۔ وہ ہر اتوار کو عربی کتب کے معروف ناشر و تاجر خان عبید الحق ندوی صاحب کے المکتبۃ العلمیہ، واقع لیک روڈ تشریف لے جاتے جہاں لاہور کے دیگر اہل علم بھی جمع ہوتے اور علامہ سے ملاقات و استفادہ کرتے۔ اورینٹل کالج میں تقرری کا معاہدہ دو سال کا تھا جس کی تکمیل کے بعد جون ۱۹۶۶ء میں علامہ میمن واپس کراچی آ گئے۔ یہ گویا ان کی تدریسی زندگی کے دور آخر کا اختتام تھا۔ اورینٹل کالج کی ملازمت کی مدت کی تکمیل کے وقت علامہ میمن کی عمر تقریباً ۷۸ برس ہو چکی تھی۔ ان کی شہرت تمام عالم میں پھیل چکی تھی۔ اس طویل عمری میں بھی ان کی خدمات مصر، سعودی عرب اور ایران کی جامعات نے حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن ضعیف العمری کی وجہ سے علامہ میمن نے معذرت کر دی۔[۱۰]

۱۹۶۸ء میں جناب ممتاز حسن (سابق گورنر اسٹیٹ بینک) نے علامہ میمن سے درخواست کی کہ ترقی اردو بورڈ (موجودہ اردو ڈکشنری بورڈ، جس کے ممتاز حسن مرحوم چیئرمین تھے) کے دفتر میں عربی لغت نگاری پر خطبات ارشاد فرمائیں اور اس موضوع پر اپنی وسیع معلومات سے حاضرین مجلس کو مستفید فرمائیں۔ علامہ میمن اس پر راضی ہو گئے اور عربی لغت نگاری کی تاریخ پر نہایت عالمانہ اور معلومات افزا خطبات ارشاد فرمائے۔ خطبات کے وقت علامہ کی عمر ۸۰ برس ہو چکی تھی مگر اس عمر میں بھی حافظے کا یہ عالم تھا کہ طویل نشستوں کے دوران محض حافظے کے سہارے یہ خطبات ارشاد فرماتے اور کسی لکھی ہوئی چیز سے مدد نہ لیتے۔

علامہ میمن کی عام صحت اور بینائی آخری عمر تک درست تھی۔ ان کی عمر تقریباً نوّے برس ہو چکی تھی۔ اس طویل عمر میں وہ اخبار، بغیر چشمہ لگائے پڑھتے تھے۔ اگر آخری عمر میں انھیں کوئی تکلیف تھی تو وہ جوڑوں کے درد کی تکلیف

تھی جس کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے سے کافی حد تک معذور ہو گئے اور افسوس کا اظہار کرتے کہ اس تکلیف کی وجہ سے چہل قدمی ان کے لیے مشکل ہو گئی لیکن پھر بھی وہ پیروں پر پٹیاں باندھ کر علی الصباح گھر سے بہادر آباد چورنگی تک چہل قدمی ضرور کرتے۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۷۸ء بروز جمعرات علامہ میمن کی حیات کا آخری دن تھا۔ اسی دن ان کا انتقال اپنی بیٹی محترمہ صفیہ میمن کے گھر واقع طارق روڈ کراچی میں ہوا۔ اگلے روز بعد نمازِ ظہر سوسائٹی قبرستان (واقع طارق روڈ) میں علامہ کا جسد خاکی سپرد خاک کیا گیا اور یوں عربی زبان وادب کا یہ آفتابِ عالم تاب جو نوے برس قبل گونڈل جیسے ایک غیر معروف قصبے میں طلوع ہوا تھا اور جس نے ساری زندگی شدید محنت ومشقت کر کے عربی زبان کی بے مثال خدمت کر کے خود عربوں میں بلند مقام حاصل کیا تھا، سوسائٹی قبرستان کراچی میں غروب ہوا۔

یہاں ہم تاریخی ترتیب سے علامہ میمن کی علمی و تحقیقی کتابوں کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں: (1a) قبسة الخاطی الشادی المیمن من جذوة الشاطی الوادی الایمن (1b) الزهر الجنی من ریاض المیمنی (۲) ابن رشیق القیروانی (۳) النتف من شعر ابن رشیق و زمیلہ ابن اشرف القیروانیین (۴) خلاصة السیَر لمحب الدین الطبری (۵) ثلاث رسائل (۱) مقالة کلاّ وما جاء منها فی کتاب اللہ لابنِ فارس (۲) ما تلحن فیہ العرام لکسائی (۳) رسالة ابن عربی الی الفخر الرازی (۶) ابو العلاء وما الیہ: علامہ میمن کی یہی وہ معرکہ آرا کتاب ہے جس کی اشاعت کے بعد تمام عالم عرب میں ان کی عربی دانی اور علمی تفوق کی دھاک بیٹھ گئی۔ یہ کتاب عربی زبان کے مشہور نابینا شاعر ابو العلاء المعرّی کے محققانہ حالات پر مشتمل ہے۔ اس موضوع پر اس کتاب سے قبل مشہور مصری مصنف ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی ذکری ابی العلاء چھپ چکی تھی۔ علامہ میمن نے اپنی کتاب میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین اور معروف مستشرق مارگولیتھ کے ابو العلاء سے متعلق اغلاط کی نشان دہی کی۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد عالم عرب کے علما و محققین نے علامہ میمن کی تحقیق کو درست قرار دیا اور اعتراف کیا کہ علامہ میمن کی کتاب ڈاکٹر طٰہٰ حسین کی کتاب پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کا پہلا ایڈیشن دار المصنّفین اعظم گڑھ کی جانب سے ۱۳۴۴ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں المطبعة السلفیة قاہرہ میں طبع ہوا۔ (۷) فائت شعر ابی العلاء (۸) رسالة الملائکة لابی العلاء المعرّی (۹) زیادات دیوان شعر المتنبّی (۱۰) اقلید الخزانة (۱۱) اقدم کتاب فی العالم علی رای او "جاویدان خرد" (۱۲) کتاب المداخل (۱۳) نسب عدنان و قحطان (۱۴) ابواب مختارة من کتاب ابی یوسف یعقوب بن اسحاق الاصبهانی (۱۵) کتاب ما اتفق لفظہ واختلاف معناہ من القرآن المجید (۱۶) تعلیقات علی "لسان العرب": عربی زبان کی سب سے بڑی مطبوعہ لغت لسان العرب از ابن منظور افریقی ہے۔ علامہ میمن کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ دنیا بھر سے لسان العرب کی تصحیح کے لیے جو تین افراد چنے گئے ان میں آپ شامل تھے۔ لسان العرب کی ابتدائی جلدوں کی تصحیح اور تعلیقات پر مشتمل یہ کتاب ۱۳۵۰ھ مطابق ۱۹۱۳ء میں قاہرہ سے شائع ہوئی۔ اس کام میں علامہ

میمن کے دوست پروفیسر کرینکو بھی شامل تھے۔(۱۷) تصحیحات و تعلیقات علی خزانۃ الادب (۱۸) کتاب اسماء جبال و تھامۃ(۱۹) سمط اللآلی: یہ کتاب علامہ میمن کی علمی و تحقیقی زندگی کا سب سے بڑا شاہ کار ہے۔ علامہ ابن خلدون نے عربی ادب کی تحصیل کے لیے جن چار کتب کا ذکر کیا ہے ان میں (۱)ابو عبید بکری کی لآلی فی شرح امالی (۲) جاحظ کی البیان والتبیین (۳)الکامل للمبرد اور (۴)ادب الکاتب لابن قتیبہ شامل ہیں۔ علامہ میمن نے لآلی فی شرح امالی کو سمط اللآلی کے نام سے ایڈٹ کیا۔ علامہ میمن نے دوران قیام رامپور اللآلی کے مکہ مکرمہ میں محفوظ دو نسخوں کا ذکر اپنے استاد شیخ طیب عرب مکی سے سنا تھا۔ علامہ میمن نے مسلسل سات برس تک ان مخطوطوں پر محنت کی اور ۱۹۵۳ء میں خود قاہرہ جا کر کتاب کو اپنی نگرانی میں لجنۃ التالیف والترجمہ سے شایع کرایا۔ اس عظیم علمی کارنامے نے علمائے عرب کو بھی حیران کر دیا اور علامہ میمن کے علمی تفوق کی دھاک تمام اہل علم پر بیٹھ گئی۔ (۲۰) فهارس سمط اللآلی: سمط اللآلی کی اشاعت کے بعد علامہ میمن نے بڑی محنت سے کتاب میں وارد اسماء الشعراء اور فہرست القوافی والتراجم اور فہرست الامثال تیار کیں اور اس نام سے شایع کرائیں۔(۲۱) الطرائف الادبیۃ(۲۲) دیوان سحیم بن عبدالحسحاس (۲۳) دیوان حُمیدبن ثور الهلالی: حمید بن ثور الھلالی، صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ان کے تین دستیاب قصائد اور متفرق اشعار کی تصحیح کے بعد علامہ میمن نے ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں اسے دار الکتب المصریہ سے شائع کرایا۔ یہ تمام کام انھوں نے علی گڑھ میں ۱۹۳۷۔۳۸ء میں مکمل کر لیا تھا۔ (۲۴) کتاب الفاضل للمبرد: عربی زبان کے مشہور ادیب مبرد کی ایک معروف کتاب الکامل ہے جو عربی ادب کا خزانہ ہے۔ مبرد نے اسی طرز کی ایک اور کتاب الفاضل بھی لکھی جو بعد میں ناپید ہو گئی۔ علامہ میمن نے بڑی تلاش و جستجو کے بعد اس کتاب کا مخطوطہ استنبول سے دریافت کیا اور ایڈٹ کر کے ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۹۵۶ء میں دار الکتب المصریہ قاہرہ سے شائع کرایا۔ (۲۵) المنقوص والممدود لفراء(۲۶) الوحشیات(۲۷) التنبیهات علی اغالیط الرواۃ(۲۸) قبسۃ الخاطی الشادی المیمن من جذوۃ الشاطی الوادی الایمن(۲۹)شرح ایف اے فارسی کورس(۳۰)شرح ایف اے عربی کورس۔

علامہ میمن کی چند کتب جو زیور طباعت سے آراستہ نہ ہو سکیں ان میں درج ذیل شامل ہیں: (۱) معجم الامثال السائرۃ والایام الدائرۃ والبنین والبنات والآباء والامھات والذوین والذوات(۲) نظرۃ فی النجوم من "اللزوم" (۳) نظرۃ علی دیوان شعری النعمان بن بشیر و بکر الدلفی(۴) دیوان توبۃ من الحمیر ولیلی الاخلیۃ (۵) دیوان کعب بن زہیر (بروایۃ الاحول)(۶) المستجاد من فعلات الاجواد للتنوخی (۷) حاشیۃ ابن بری وابن ظفر الصقلی علی درۃ الغواص۔

علامہ میمن کے معروف تلامذہ میں سردار عبدالرب نشتر، ڈاکٹر سیّد عبداللہ، ڈاکٹر نبی بخش بلوچ، ڈاکٹر سید محمد یوسف، مولانا امتیاز علی خان عرشی، ڈاکٹر خورشید احمد فارق، ڈاکٹر مختار الدین احمد، ڈاکٹر ریاض الرحمن شروانی اور زیڈ اے بخاری شامل ہیں۔

درج بالا تفصیلات سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ میمن نے تمام عمر عربی زبان و ادب کی خدمت کی اور ان کی بلند پایہ علمی و تحقیقی کتب عربی ہی میں ہیں۔ البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ علمی زندگی کے ابتدائی برسوں میں انھوں نے اردو میں بھی کتابی کام کیا۔ یہ کام اس عہد کے ایف اے اور بی اے نصاب برائے پنجاب یونی ورسٹی کی شروحات کی شکل میں ہے۔ ان شروحات کو علامہ میمن نے بڑی محنت سے لکھا تھا جس کی تفصیل ہم آگے پیش کریں گے۔ ان شروحات میں سے بھی صرف ایک ایف اے فارسی کورس کی شرح ہے اور بقیہ تین عربی کورس کی۔ ان اردو شروحات کی فہرست درج ذیل ہے:

(۱) شرح ایف اے عربی کورس

(۲) شرح ایف اے فارسی کورس

(۳) شرح بی اے کورس (پنجاب یونی ورسٹی) قدیم۔ قبسۃ الخاطی الشادی المیمن من جذوۃ الشاطی الوادی الایمن

(۴) شرح بی اے کورس (پنجاب یونی ورسٹی) جدید۔ الزھر الجنی من ریاض المیمنی

راقم الحروف گزشتہ تین دہائیوں سے زائد عرصے سے علامہ میمن کی حیات اور خدمات پر کام کر رہا ہے۔ الحمد للہ ان کی مفصل سوانح علامہ عبدالعزیز میمن۔ سوانح اور علمی خدمات کے عنوان سے ۲۰۱۱ء میں کراچی سے شائع ہوئی۔ علامہ کے اردو مقالات کا مجموعہ مرتبہ راقم ان شاءاللہ جلد ہی لاہور سے شائع ہو گا۔ علامہ میمن کے آثار علمیہ کی خاطر بھی راقم نے ملک و بیرون ملک تلاش و جستجو کا سلسلہ جاری رکھا اور ان کے بہت سے قلمی و مطبوعہ آثار علمیہ کے حصول میں کامیابی ہوئی۔ علامہ کی درج بالا اردو کتب کے حصول کے لیے بھی کوششیں کیں اور اب بھی کر رہا ہوں لیکن ان چار کتب میں سے ابتدائی دو کتب یعنی ایف اے کورس کی شروحات کا سراغ اب تک نہ مل سکا جب کہ بی اے کورس کی دونوں شروحات کے حصول میں کامیابی حاصل ہوئی۔ عین ممکن ہے کہ ایف اے کورس کی ان دو شروحات کے اصل نام کچھ اور ہوں۔ اگر اس مقالے کے قارئین اس حوالے سے معلومات فراہم کر سکیں تو راقم ان کا ممنون ہو گا۔

اب ہم علامہ میمن کے قلم سے لکھی بی اے عربی کورس کی شروحات کا تعارف پیش کرتے ہیں:

(۱) قبسۃ الخاطی الشادی المیمن من جذوۃ الشاطی الوادی الایمن:

جیسا کہ ذکر آیا یہ شرح علامہ نے قیام پشاور کے دوران لکھی تھی اور اسے خود ہی شائع کرایا تھا"۔ راقم الحروف اس شرح سے ناواقف تھا۔ خوش قسمتی سے ہمارے ملک کے نامور محقق اور دانش ور پروفیسر محمد اقبال مجددی صاحب کی عنایت سے راقم کو اس نادر کتاب کا عکس حاصل ہوا جس کا مطبوعہ نسخہ ان کے ذخیرہ کتب مخزونہ پنجاب

یونی ورسٹی لائبریری لاہور میں محفوظ ہے"[12]۔ اس کتاب کا ذکر پہلی مرتبہ قبل راقم نے علامہ میمن کے ایک خط میں پڑھا تھا جو انھوں نے مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۱۷ء کو پشاور سے شاداں بلگرامی کے نام لکھا تھا۔ اس خط میں تحریر فرماتے ہیں:

> ایف اے کے فارسی و عربی اور بی اے عربی کورس اس سال بدلنے والا ہے، میں غالباً بی اے عربی کورس پر نوٹ لکھوں گا جو ان شاءاللہ آپ کی خدمت میں بھی بھیجوں گا۔ میں نے لاہور کے ایک پروفیسر کو خط لکھا ہے کہ حصص کورس کے متعلق مجھے پورا پورا علم بہم پہنچائیں۔ اتنا تو مجھے بھی معلوم ہے کہ بانت سعاد، سقط الزند، دیوان ابی تمام اور مقامات البدیع کے انتخابات ہیں۔ غالباً تاریخ بلاذری کا بھی کچھ حصہ ہے۔"[13]

اس کتاب کا پیش لفظ بھی اس لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے کہ اس کے ذریعے ہمیں سو سال قبل علامہ میمن کی لکھی اردو تحریر سے آگاہی ہوتی ہے اور اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانے میں انھیں اردو انشا پردازی پر کس قدر عبور حاصل تھا۔ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اس تحریر میں ہم نے مرکب الفاظ کو مروجہ املا کے مطابق کیا ہے تا کہ قرات میں آسانی ہو۔ ملاحظہ فرمایئے پیش لفظ برائے کتاب قبسة الخاطی الشادی المیمن من جذوة الشاطی الوادی الایمن

"اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ

دو دو باتیں

اس شرح کے لکھنے میں جن جن دشواریوں کا سامنا ہوا ہے ان کو کچھ وہی شخص جان سکتا ہے جس کو ایسے خشک اور نابارآور کام سے کبھی واسطہ پڑا ہو۔ میں نے صرف احیائے آدابِ عربیہ کی دھن میں وہ حوصلہ شکن محنت اپنے سر لی جو کسی مستقل تصنیف کے لیے بہ نسبت ان منتخبات کے کہیں زیادہ موزوں تھی۔ بارے صد شکر کہ بہ زعم خود ان وبال دوش ذمہ داریوں سے کچھ عہدہ برآ ہو ہی گیا جنھوں نے میری آنکھوں، کمر، دماغ وغیرہ اعضا پر کچھ ترس نہ کھایا۔ میرے خیال میں ہمارے علوم کے انحطاط کی ایک قوی ترین وجہ یہ بھی ہے کہ ہم گرم ممالک کے باشندے راہِ علم میں کد و کاوش کرنے سے جی چراتے ہیں۔ طلبہ کی علمی حالت بھی اس لیے پست رہتی ہے کہ ان کے ہاتھ میں کسی خیر اندیش شارح کے دستاویز کی بجائے برساتی مینڈکوں کی کتاب ہوتی ہے۔ اگر میری یہ کج مج باتیں ارباب علم کے منظورِ نظر ہوں تو زہے قسمت، میری محنت ٹھکانے لگی ورنہ خود میں نے تو اپنی امکان کو شش میں کسی طرح کمی نہیں کی:

علی السعی فی طلب المعالی ولیس علیّ ادراک النجاح

میں معترف ہوں کہ میرے اس کام میں بہت کچھ خامیاں رہ گئی ہیں مگر بقول ابن درید:

من لك بالمذب المهذّب الذّی　　لایجد العیبُ الیه مختطیٰ

میں انسان اگر خام کار نہ ہوتا تو کیا ہوتا۔ یہ اگر دوبارہ شائع کرنے کی نوبت آئی تو ان شاء اللہ بہت کچھ اصلاحیں کی جائیں گی۔ ادبائے ہند خصوصاً پنجاب کی خدمت میں باادب التماس ہے کہ ان کا ہر برادرانہ مشورہ مخلصانہ قبول کیا جائے گا۔

آمدم بر سر مطلب، میرا ہر ہر زیر زبر قارئین کو دواوینِ لغہ سے بے نیاز کر دے گا اس لیے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے وہ پوری تنقیح کے بعد سپرد قلم ہوا ہے۔ حواشی میں اگر کسی لفظ کو متروک کیا گیا ہے تو صرف اس لیے کہ وہ ترجمہ میں غور کرنے سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے۔ اگر کسی غریب لغت کے لازم یا متعدّی مفرد یا جمع کو معلوم کرنا ہو تو بغور بار بار ترجمہ دہرائے، مگر یہ باتیں سہل الفاظ کے متعلق ملحوظ نہیں رکھی گئیں ورنہ ہند کے دل دادگانِ زیر و بم کو اس بے سرے راگ سے کچھ حظ حاصل نہ ہوتا۔ بعض انگریزی الفاظ مابین قوسین دیے گئے ہیں کہیں ان کو مشرقی لفظ سمجھ کر پریشان نہ ہوں۔ حتی الامکان کوئی تلمیح یا قصہ طلب بات یا کوئی خاص لغوی، جغرافی، تاریخی، نحوی، اخباری، عروضی، دینی وغیرہ حاشیہ میں فروگزاشت نہیں کیا گیا۔ اگر کوئی بات پہلی نگاہ میں انوکھی سی معلوم ہو تو معاً مجھے موردِ طعن نہ بنائیں، باربار سوچیں اور کتبِ لغہ اور دواوینِ ادب کی طرف رجوع کریں یقین ہے اس وقت آپ کے دلوں پر میری خیر سگالی کا نقش خوب جم جائے گا اور آپ کو میری جان کاہی کا اعتراف کرتے بنے گی۔ وَمَا أُبرّیٔ نَفسِی اِنّ النّفسَ لَاَمّارَۃٌ بِالسّوئِ الّا مَا رَحِمَ رَبّی

| | |
|---|---|
| و من ذا الذّی تُرضیٰ سجایاہ کلّھا | کفی المرئَ نُبلاً تُعدّ معایبہ |
| ہر چہ دریں سینہ نہاں داشتم | یک بیک از دل بزباں داشتم |
| گر بد و گر نیک فگندم بہ پیش | پوش بدامن بنکوئی خویش |
| چونکہ بدیں پایہ رساندم کلام | بہ کنم ختم سخن السّلام |

آپ کا خیر سگال میمن عبدالعزیز پروفیسر عربی و فارسی اڈورڈس کالج پشاور سرحد"

الزہر الجنی من ریاض المیمنی: یہ کتاب اب تک دستیاب کتب میں علامہ میمن کی چوتھی اردو کتاب ہے۔ یہ دراصل پنجاب یونی ورسٹی کے بی اے (عربی جدید) نصاب کی نہایت عالمانہ شرح ہے جسے علامہ میمن نے بڑی محنت سے لکھا اور ۱۹۲۴ء میں خود ہی لاہور سے شائع کرایا۔ اس کتاب پر جس قدر انھوں نے محنت کی اس بارے میں خود لکھتے ہیں:

"میں نے اس کتاب کو ہر عربی کے طالب علم کے لیے مفید بنایا ہے خواہ اس کو کسی امتحان سے سروکار نہ بھی ہو۔ اس لیے انساب، اغلاط و اوہام مصنّفین، غریب لغات، تاریخی ترتیب، موانع و قلاع اندلس وغیرہ کی تحقیق میں جو میں نے کوششیں کی ہیں، ان پر میں داد چاہتا ہوں"۔

ایک اور مقام پر علامہ میمن نے لکھا ہے کہ اس کتاب کی تیاری میں انھوں نے کم و بیش دو سو کتب سے استفادہ کیا تھا "[۱۴]۔ علامہ عبدالعزیز میمن کی دیگر تحریروں کی طرح یہ کتاب بھی ان کی وسعت علمی، شدید محنت اور عربی زبان و ادب سے گہری واقفیت کی آئینہ دار ہے۔ کہنے کو تو یہ بی اے عربی کورس کی شرح ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب عام شرحوں سے بہت مختلف ہے اور علامہ میمن نے اس شرح کو عربی ادب اور تاریخ اسلام سے متعلق معلومات کا خزینہ بنا دیا اور اس سے آج بھی نہ صرف عربی ادب کے طالب علم بلکہ عام قاری بھی استفادہ کر کے اپنی معلومات میں اضافہ کر سکتے ہیں۔ علامہ میمن نے اس کتاب کے صفحہ ۳ کے حاشیے میں جو بات لکھی ہے وہ صد فیصد درست ہے۔ لکھتے ہیں:

"میں نے اس کتاب میں دو باتوں کا التزام کیا ہے۔ اولاً یہ کہ حق کی طرف داری کروں گا اور خواہش کی گرفت سے آزاد رہوں گا۔ دوم یہ کہ سہل عبارات میں مطلب ادا کروں گا کہ اکثر مورخین اظہار فصاحت کی دھن میں اپنے کلام کو پیچ در پیچ اور ناممکن الفہم بنا دیتے ہیں۔"

قارئین کی خدمت میں ہم اس کتاب کا پیش لفظ پیش کرتے ہیں:

"اَلَمْ نَشْرَحْ لَکَ صَدْرَکَ وَوَضَعْنَا عَنْکَ وِزْرَکَ الَّذِیْ اَنْقَضَ ظَهْرَکَ

بِسمِ اللّٰہ الرّحمٰن الرّحیم

نحمدہٗ و نُصلّی علیٰ رسولہِ الکریم

عزیز طلبہ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و رضوانہ

میں نے اس شرح میں حتی المقدور کوئی ضروری بات نہیں چھوڑی۔ ہر طرح کے لغوی، نحوی، تاریخی، علمی، دینی وغیرہ حواشی بڑی دقّت سے صدہا جلدوں کی ورق گردانی کر کے لکھ دیے ہیں۔ دو مرتبہ تصحیح کی ہے اس لیے میں فی الجملہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ اب اس میں جو کچھ ہے وہ میرا ہے، اس کے الزام سے کاتب بریّ الذّمہ ہے۔ الحمدللہ کہ میں بعض اوروں کی طرح کاتب کے سر کوئی الزام نہیں دھرتا کہ میرے کاتب قاضی حبیب اللہ صاحب منشی فاضل کراماً کاتبین میں سے ہیں۔ ہر مستفید سے میری درخواست ہے کہ اس کو وہ محض اپنی علمی خدمت سمجھے ورنہ میرا دل پاش پاش کر دینے کے لیے یہ کافی ہو گا کہ وہ میری کتاب کو تجارتی کتاب تصور کرے۔ بس یہ صلہ میرے دل کی تسلّی کے لیے کافی ہے۔ شرح بہت پہلے سے تیار تھی مگر قصداً آخر وقت پر نکالی جاتی ہے کہ بعض کرم فرما منہ پھاڑے بیٹھے تھے کہ جوں ہی وہ نکلے اپنے دندانِ نیشتر سے اس کے موہنے مکھڑے کو نوچ کھسوٹ کر حسینانِ بازاری کی طرح بِثَمَنٍ بَخسٍ دَرَاهِمَ مَعدُودَةٍ پر معرضِ بیع میں لائیں۔ هَل اٰمَنُكُم عَلَيهِ اِلّا كَمَا اَمِنتُكُم عَلٰى اَخِيهِ مِن قَبلُ فَاللّٰهُ خَيرٌ حَافِظاً وَّهُوَ اَرحَمُ الرّاحِمِين۔ جو طلبہ شارح کا نام لے کر شرح طلب نہ فرمائیں

گے ان کو تاجران بطمع فائدہ زائدہ بجائے دُرّ کے خزف بھیج دیں گے اور پھر رونا دھونا بے ہنگام ہو گا۔ میں نے اس کتاب کو ہر عربی کے طالب کے لیے مفید بنایا ہے خواہ اس کو کسی امتحان سے سروکار نہ بھی ہو اس لیے انساب، اغلاط و اوہام مصنفین، غریب لغات، تاریخی تطبیق، مواضع وقلاع اندلس وغیرہ کی تحقیق میں میں نے جو کوششیں کی ہیں ان پر میں داد چاہتا ہوں۔ حماسہ کا سلمی بن ربیعہ کا نونیہ قطعہ جس کو جہاں تک مجھے علم ہے عالَم میں کسی نے حل نہیں کیا، میں نے بڑی تلاش و جستجو کے بعد محققانہ طور پر حل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مطالعہ کرتے وقت اس امر کا ضرور لحاظ رہے کہ جب کسی لفظ کا تحت اللفظ معنیٰ ترجمہ میں آجائے تو میں لغات میں بجز معنیٰ کے اور مفید باتیں لکھوں گا، معنیٰ لکھ کر تطویل لاطائل کا مرتکب نہ ہوں گا۔ القصہ شرح کو بہت غور رسی کی کتاب سمجھ کر گہری نظر سے دیکھا جائے اور ساتھ ہی دل میں یہ خیال مستحکم رہے کہ شارح نے کوئی مفید بات نہیں چھوڑی، صرف آپ کی توجہ کامل شرط ہے۔ ضروری زیر زبر نہایت احتیاط کے ساتھ لگائے گئے ہیں جن میں ان شاءاللہ مطلقاً رڈوبدل کی گنجائش نہ نکلے گی مبادا کہیں کسی کو غلط سمجھ کر دور از کار اوہام میں مبتلا ہو جائیں۔

الا لیقل من ما شاء انّما　　　یُلام الفتیٰ فیما استطاع من الامر

آپ کا خیر اندیش

میمن عبدالعزیز راجکوٹی استاذ آداب عربیہ

اورینٹل کالج لاہور۔ ۲۱ اپریل ۱۹۲۴ء

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، علامہ میمن نے زیادہ تر عربی زبان میں علمی و تحقیقی کارنامے انجام دیے لیکن ان کی اردو تحریریں اور اردو کتب بھی کچھ کم اہمیت کی حامل نہیں۔ انھوں نے اردو میں چار کتب لکھیں جن کی تفصیل ہم نے اوپر پیش کی ہے البتہ یہ حقیقت ہے کہ علامہ عربی اور اردو مقالات اس کے بعد بھی عرصے تک لکھتے رہے۔ مکہ مکرمہ میں مقیم ہمارے دوست محمد عزیر شمس صاحب نے بڑی محنت سے علامہ کے بکھرے ہوئے عربی مقالات جمع کیے اور بحور و تحقیقات کے نام سے دو جلدوں میں ۱۹۹۵ء میں بیروت سے شائع کرائے تھے۔ علامہ میمن کے اردو مقالات اور متفرق تحریریں راقم گزشتہ تین دہائیوں سے جمع کر رہا ہے۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ علامہ نے جن جن موضوعات پر اردو میں لکھا ان میں سے اکثر عام پسند موضوعات نہیں اور خالصتاً علمی نوعیت کے ہیں لیکن ان کی مستقل اہمیت بہر حال ہے۔ علامہ میمن کا قدیم ترین اردو مقالہ آداب العربیہ ہے جو ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا جب کہ آخری اردو خطبہ افادات میمنی ۱۹۶۸ء کا شامل کتاب ہے۔ اب تک راقم الحروف نے علامہ میمن کے درج ذیل اردو مقالات حاصل اور مرتب کیے جن کا مفید مجموعہ ان شاءاللہ جلد ہی شائع ہو گا:

(۱) آداب العربیہ (۲) ابن رشیق اور المعز بن بادیس اور تاریخ قیروان کا ایک صفحہ (۳) کتب خانہ جامع القرویین (فاس) (۴) ابو العلاء معرّی اور معارضہ قرآن (۵) ابو العلاء اور ابو منصور خازن دار العلم (۶) ابو العلاء المعرّی اور گاندھی جی کا چرخہ (۷) ابو تمام کی نقائض جریر و اخطل کا ایک واحد نسخہ اور ابو العلاء کے ایک عزیز (۸) ابو العلاء معرّی کے متعلق مستشرقین یورپ کی غلطیاں (۹) گجرات کا ایک غیر معروف عربی سفر نامہ (۱۰) اسلام کی بد نصیبی (۱۱) علامہ ابن جوزی کے افکار یا ان کا روزنامچہ (۱۲) ابن رشیق صقلیہ میں (۱۳) سمط اللآلی پر تنقید کا جواب (۱۴) میری محسن کتابیں (۱۵) افاداتِ میمنی۔ عربی لغت نگاری پر خطبات (۱۶) حسین بن منصور حلاج

علامہ میمن عربی زبان کے نامور عالم اور انشاپرداز تھے لیکن اردو نثر پر بھی انھیں یکساں عبور حاصل تھا۔ ان کی نثر بڑی عالمانہ، رواں، شگفتہ اور شستہ ہے۔ بطور نمونہ یہاں ہم ان کی اردو مقالات سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ آج سے تقریباً سو سال قبل لکھے گئے مضمون "آداب العربیہ" کے درج ذیل اقتباسات سے علامہ میمن کی اردو انشاپردازی میں مہارت کا کچھ اندازہ ہو گا:

ابن خلدون لکھتے ہیں، ادب کی جامع و مانع تعریف کرنا دقت سے خالی نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ اُس کا اطلاق عموماً ان علموں پر ہوتا ہے: صرف، نحو، لغت، معانی، بیان، بدیع، عروض، قوافی، انساب، اخبار، تاریخ، تفسیر، حدیث، علم الانشاء اور علم الشعراء۔ یہ تمام علوم یا لسانی ہیں یا تاریخی یا اخلاقی اور باہم دگر لازم و ملزوم ہیں۔ سبحان اللہ کیا عمدہ سلسلہ کلامِ علوم ہے جس سے دنیا اور آخرت دونوں سدھر جاتے ہیں، اور مادی اور روحانی ترقیات کے ابواب کھل جاتے ہیں۔ اُن میں خصوصاً صرف و نحو، معانی، بیان، بدیع، انشاء اور شعر ادب کے جزو لاینفک ہیں۔ ادب کیا ہے تنہائی میں مونس اور رفیق، سفر میں مصاحب، مجالس و محافل کے لیے زینت، زبان کا صیقل گر، دوسروں کے دلوں تک رسائی حاصل کرنے کا ایک دل چسپ چٹکلا، امم ماضیہ کے احوال و اطوار، اخلاق و عادات کا آئینہ یا جیتی جاگتی تصویر، ایک مشفق اتالیق، مہربان مربی، ناصح دانا، آداب و اخلاق کا گنجینہ، دل چسپیوں کا خزینہ، برکات و فیوض دینی و دنیوی کا دفینہ، دنیا کی تمام زندہ و مردہ قوموں کی حیات و ممات کا واحد ذمہ دار، اُن کے اگلے اور پچھلے کارناموں کا آئینہ دار، اُن کے محاسن و مقابح، معائب و مناقب کا مخزنِ اسرار، الغرض کہاں تک دہراؤں۔ مختصر یہ کہ قوم کی زندگی کی جان ہے، صدہا بگڑے ہوئے دلوں کو اس نے بنا دیا، بہت سی اٹل عادتوں کی پختہ بنیاد ہلا دی، بہت سے سنگلاخ دلوں کو نرم کر دیا حتیٰ کہ جبلّی عادتیں جن کا تغیر عموماً ناممکن بتایا جاتا ہے، متزلزل کر دیں۔ ہم جو آج اپنی آنکھوں کے سامنے بہت سی زندہ قوموں کی حیرت انگیز سرگرمیاں دیکھتے ہیں وہ درحقیقت اسی علم کا کرشمہ ہیں۔[۱۵]

صرف نحو کے متعلق میرا یہ دعویٰ ہے کہ روئے زمین کی زبانوں میں اس قدر فاضلانہ کتابیں کسی زبان کی صرف و نحو پر موجود نہیں۔ نحو کے صدہا خصوصی عالم گزرے ہیں، اُن کے تذکرے وغیرہ موجود ہیں، علمائے بصرہ،

کوفہ اور بغداد وغیرہ کے نحوی اختلافات ضخیم مجلدات میں مقید پڑے ہیں۔ مخصوص مسائل پر انھوں نے بے شمار رسائل و کتب لکھ ڈالی ہیں۔۔۔ تاریخ کے متعلق تو غیروں کا اعتراف موجود ہے کہ دنیا کی پہلی قوم جس نے تاریخ اور افسانہ میں حد فاصل قائم کی اور دنیا بھر کی تاریخ مضبوط و محفوظ رکھی، وہ عرب ہی ہیں۔ آج پرتگال، سسلی، اٹلی وغیرہ کی تاریخ بھی عربی مواد سے فراہم کی جارہی ہے۔ ایران کی تاریخ کے لیے ہمیشہ آپ ابن جریر کا حوالہ دیتے ہوں گے، علم انساب تو عربوں ہی کا خاصہ لازمہ ہے، عربوں کے آبائی صفات از قبیل غیرت، حمیت، مدارات، شجاعت، صلہ رحم، تعاون و تظافر وغیرہ کریمانہ اخلاق کا یہی علم سرچشمہ ہے۔ دنیا کی کسی قوم کے پاس یہ علم کمزور سے کمزور حالت میں بھی نہیں۔ اب ذرا علم اسماء الرجال کو بھی لیجیے جس کے طفیل آج ہم کئی لاکھ گرامی قدر نفوس کے جزوی سے جزوی حالات معلوم کرنے کے قابل ہوئے ہیں۔ دنیا کے کسی متن کی اتنی شرحیں نہ لکھی گئی ہوئی ہوں گی جتنی قرآن حکیم کی لکھی گئی ہیں اور نہ ہمارے نبی کریم علیہ آلاف التحیۃ والتسلیم سے پیشتر کسی نبی کے کئی لاکھ اقوال و افعال کو من و عن ضبط رکھا گیا ہوگا۔"[16]

علامہ میمن جس موضوع پر بھی لکھتے اس میں نئی نئی معلومات فراہم کرتے مثلاً اپنے مضمون "ابن رشیق اور المعزبن بادیس۔ تاریخ قیروان کا ایک صفحہ" میں شہر قیروان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"یہ شہر ہر چند اسلامی تھا جس طرح گزرا مگر رفتہ رفتہ تمام افریقہ کے تمدن و تہذیب اور علوم و فنون کا ماوی و ملجا بن گیا، بڑے بڑے علماء صلحاء فقہاء اطباء کتاب، شعراء مہندسین اور منجمین اطراف سے سمٹ سمٹا کر یہاں جمع ہوگئے چوں کہ یہ بلاد مشرق و مغرب (اندلس مراکش وغیرہ) کی گزرگاہ پر واقع تھا۔ اس لیے ہر دو جگہوں کے گزرنے والے فضلاء کا موقف بن گیا تھا، جس کے باعث علما سے گزر کر امرا و عوام کے دلوں میں بھی علمی جذبہ گدگدیاں لینے لگا، یہاں کے محققین نے مشرق و مغرب کی گرد چھان ماری اور قیروان کو علوم و فنون سے مالا مال کردیا۔""[17]

علامہ میمن کو عربی کے جس شاعر سے سب سے زیادہ دلچسپی تھی اور جس پر انھوں نے ایک عالمانہ کتاب اور کئی مقالات لکھے وہ ابو العلاء المعری تھے۔ اپنے مضمون ابو العلاء کے متعلق مستشرقین کی غلطیاں میں انھوں نے معروف مستشرقین مار گولیوتھ اور نکلسن کے علمی اور تحقیقی اغلاط کی نشان دہی کی تھی۔ اس حوالے سے انھوں نے جو کچھ لکھا اس سے ان کی وسعت علمی، قوی حافظہ اور موضوع پر گرفت ظاہر ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"میں یہاں خصوصیت کے ساتھ مار گولیوتھ اور نکلسن صاحبان کے مشترک اور مخصوص اغلاط ہی سے بحث کروں گا اور ناظرین اپنے طور پر یہ یقین کرلیں کہ پورا یورپ کم و بیش انھیں اغلاط میں مبتلا ہے۔ مار گولیوتھ نے رسائل معرّی مطبوعہ آکسفورڈ ۱۸۹۸ء کے شروع میں ایک زبردست پر مغز اور پر مواد مقدمہ نہایت متین لہجے میں

لکھا ہے جس کی صدائے بازگشت نکلسن کی ہسٹری آف عربک لٹریچر آرٹیکل انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اور اسٹڈیز ان اسلامک پوئٹری ہے۔۔۔مار گولیوتھ صاحب نے ترجمہ رسائل اور تصحیح ترجمہ معرّی از معجم الادباء میں اور بھی زیادہ غلطیاں کی ہیں مگر شاید وہ قارئین کے تضییع وقت کا باعث بنتیں، بشرط ضرورت میں ان کو بھی شائع کر سکتا ہوں جس طرح نکلسن صاحب نے افکار معری کی ترجمانی اور الغفران کے ترجمے میں لاتعداد اغلاط کا ارتکاب کیا ہے۔

المغربی کے متعلق مار گولیوتھ نے بہت کچھ غلطیاں کی ہیں۔ان کو ہنوز یہی معلوم نہیں کہ یہاں دو المغربی ہیں، ایک تو باپ یعنی ابوالحسن علی اور دوسرا فرزند یعنی ابو القاسم الحسین جو ابو العلاء کا گہرا دوست اور اس کی فضیلت کا معترف ہے۔

مار گولیوتھ صاحب کی تحریر میں اس سے بڑھ کر حیرت انگیز اور مضحکہ خیز غلطی شاید اور کوئی نہ ہو۔ بھلا قادسیہ سے جو بادیہ میں واقع ہے اور کوفہ سے ایک مرحلہ پر ہے کشتی سے کیا سروکار۔کیا یہاں بھی یورپ کے آلات جرّ ثقیل کی مدد سے کشتی کو خشکی پر چلادیں گے؟ بہت اچھا مگر اس خشکی کے شہر پر ٹیکس وصول کرنے والے کہاں سے آئے کہ وہ تو بندر گاہوں پر متعین ہوتے ہیں؟ کیا انھیں وائرلیس کے ذریعے یہ اطلاع پہنچ گئی تھی کہ ابو العلاء کی کشتی قوت اعجاز کی مدد سے خشکی پر چلنے والی ہے!

یہ لفظ فارسیہ ہے بالفاء والراء جو نہر عیسیٰ کے کنارے محوّل کے بعد بغداد سے دو فرسنگ کی مسافت پر ایک گاؤں ہے۔ تبریزی کی شرح السقط مسمی ایضاح السقط وضوء میں یہ لفظ اسی طرح بالفاء و الراء ہے۔ یہاں قادسیہ نام کا ایک گاؤں جو سامرا کے قریب نہر دجیل پر واقع ہے مراد نہیں لیا جاسکتا کہ جب ابو العلاء کے لیے یہ ممکن ہے کہ بغداد کے ایک قریبی اسٹیشن پر اتر سکے تو دور جانے سے کیا فائدہ۔"

نکلسن کے اغلاط کی نشان دہی کرتے ہوئے علامہ میمن لکھتے ہیں:

"دائرہ میں لکھتے ہیں کہ ابو العلاء بغداد سے واپس آکر ۴۰ سال عزلت گزیں رہا اور افکار میں کہتے ہیں کہ وہ بعد از رجوع پچاس سال جیا۔"

حیرت ہے کہ ایک شخص کی دو زبانیں ہوں اور دونوں باہم دگر متناقض۔ واقعہ یہ ہے کہ بعد از رجوع وہ ۴۸ سال اور قریباً ایک ماہ عزلت گزینی میں جیا۔

مار گولیوتھ اور نکلسن کے مشترکہ اغلاط پر لکھتے ہوئے علامہ میمن لکھتے ہیں:

"مار گولیوتھ لکھتا ہے کہ ابو العلاء کا ننھیال اور ددیال دونوں مذہبی خیالات میں آزاد تھے، جن کا اثر ابو العلاء پر بھی پڑا۔ اس نظم سے جو صفدی نے نقل کی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے انھیں کی اقتدا میں حج نہیں کیا اور نکلسن کہتا ہے کہ یہ حقیقت کہ نہ اس کے والد نے حج کیا نہ اس کے چچاؤں اور ماموؤں نے جن کو وہ اپنے لیے بطور مثال پیش کرتا ہے اس کے مذہبی معتقدات کی تشکیل میں، اہمیت سے خالی نہیں۔

عصبیت کی اس سے بڑھ کر مثال پیش کرنا ناممکن ہے اس لیے کہ اسی حکایت کو جس میں مندرجہ ذیل اشعار بھی موجود ہیں:

قالوا هرمت و لم تطرق تهامة فی — مشاة و فدو لا رکبان اجمال
فقلت انّی ضریر والذین لهم — رای و اغیر فرض الحجّ امثالی
ما حجّ جدی و لم یحجج ابی و اخی — ولا ابن عمی و لم یعرف مِنی خالی
و حج عنهم قضاءبعد ما ارتحلوا — قوم سیقضون عنی بعد ترحالی الخ

مارگولیوتھ نے ایک اور جگہ نہایت سخت تمسخر آمیز لہجہ میں بطور تغلیط ٹھکرادیا ہے اور یہاں اس کے ایک جزو سے ایک بڑے واقعہ پر استشہاد کررہے ہیں، سبحان اللہ! کیا منصفانہ بددیانتی کی اس سے زیادہ بھدی نظیر کہیں اور مل سکے گی؟

حقیقت یہ ہے کہ یہ قصہ سراسر لغو اور بے ثبوت ہے جس طرح صاحب ذکری نے بھی اس کی سخت تردید کی ہے اور اس کا اصل ماخذ یعنی سرالعالمین للغزالی نہ غزالی کی تصنیف ہے اور نہ کسی عالم کی، بلکہ وہ تو کسی نالائق جاہل کی جو عربی کے دو حروف بھی نہیں جانتا گھڑنت ہے، جس طرح مولانا شبلی نے بھی الغزالی میں انکار کیا ہے، غزالی ابوالعلاء کی دفات کے کئی سال بعد عالم وجود میں آئے ہیں، مگر اس کتاب میں وہ ایک اور جگہ مدعی ہیں کہ خود ابوالعلاء نے مجھے ذیل کے اشعار سنائے ہیں، اس پر طرہ یہ کہ وہ اشعار بشار اور جریر کے ہیں جو ابوالعلاء سے تین سو سال پہلے ہوئے ہیں۔

چہ خوش گفت است سعدی درزلیخا، الایا ایها الساقی ادر کاساوناولها

بے شک ابوالعلاء نے حج نہیں کیا تھا جس کا باعث بظاہر اس کی معذوری تھی، ہم اس مدعا کے اثبات کے لیے لزوم کے چند اشعار پیش کرتے ہیں:

اردت الی الارض الحجاز تحمّلا — فعاقتك عنه عائقات الحواجز
من خوف بارئك امتطیت نجیبة — عادت بسیرك مثل قوس الباری
فاذا وردت منی فغایات المنی — ملقی جرائم فی الحیاة کبار

کوئی صحیح الذوق آدمی ان ابیات کو پڑھ کر یہ نہیں کہہ سکتا ابوالعلاء اصل حج کا مخالف تھا۔ ولے

ان یسهواربیة طاروا بهافرحا — عنی و ما سمعوا من صالح دفنوا
صمّ اذا سمعوا خیراً ذکرتُ به — و ان ذکرت بشرّ عندهم اذنوا

ہاں ابو العلاء ان حجاج کا سخت دشمن تھا جو حج کر کے اپنے اعمال قبیحہ کی فہرست میں بے دھڑک اضافہ کرنے لگتے تھے۔"[۱۸]

علامہ میمن کا ایک اہم اردو مضمون علامہ ابن جوزی کے افکار یا ان کا روزنامچہ بھی ہے جس میں وہ علامہ ابن جوزی کے حکیمانہ افکار کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

"موسم سے بچنے میں افراط نہ کی جائے، بلکہ گرمی میں کچھ حرارت برداشت کرنی چاہیے تاکہ قدرے اخلاط کی تحلیل ہو جائے مگر نہ اتنی کہ طاقت کو کم کر دے، اسی طرح سردی بھی اس حد تک سہنی چاہیے کہ آزار نہ پہنچائے کہ سردی اور گرمی دونوں جسم کے فائدے کے لیے بنائی گئی ہیں۔"[۱۹]

اسی طرح جو لوگ تصنیف و تالیف کا ذوق رکھتے ہیں، ان کے بارے میں علامہ ابن جوزی کے درج ذیل افکار علامہ میمن تحریر فرماتے ہیں:

"زبانی تعلیم کے مقابلہ میں تالیف کا فائدہ بہت زیادہ ہے کہ میں عمر بھر کی محنت سے معدودے چند اشخاص کو فائدہ پہنچا سکتا ہوں مگر تالیف سے بے شمار مخلوقات کو فائدہ پہنچاتا ہوں جن میں کے بہت سے تو ہنوز پیدا بھی نہیں ہوئے.... عالم کو چاہیے کہ وہ ہمہ تن تصنیف کا دل دادہ ہو جائے، بہ شرط یہ کہ وہ اپنے اندر پوری صلاحیت دیکھتا ہو کہ ہر مصنف مصنف نہیں ہے۔ صرف چند اشیا کو یکجا کر دینا تصنیف کا مقصد نہیں۔ یہ تو وہ راز ہائے سربستہ ہیں جن پر اللہ اپنے مخصوص بندوں ہی کو مطلع کرتا ہے... تصنیف کے لیے درمیانی عمر سے فائدہ اٹھانا چاہیے، اس لیے کہ آغازِ شباب طلب علم کے لیے ہے، اور آخرِ عمر حواس کی ناکارگی کے لیے۔۔۔ پوری کوشش کرے کہ رخصت ہونے سے پہلے ہی دنیا میں اپنی کوئی نہ کوئی یادگار چھوڑ جائے مثلاً تلامذہ، تالیفات، اور صدقات۔ اللہ جس کو چاہتا ہے، علم سے مالا مال کر دیتا ہے۔ اور اس کے دل میں نیکی ڈال دیتا ہے۔"[۲۰]

علامہ میمن کا ایک یادگار اور طویل مضمون سمط اللآلی پر تنقید کا جواب جو ان کی اردو انشاپردازی کا شاہ کار کہا جا سکتا ہے۔ یہ مضمون ان کے پرانے دوست مولانا ابو عبد اللہ محمد السورتی کی سمط اللآئی پر تنقید کے جواب میں لکھا گیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مضمون میں علامہ میمن نے مولانا سورتی کی تنقید کا جواب مضبوط دلائل کے ساتھ دیا کہ مولانا سورتی اس کے جواب میں کچھ نہ لکھ سکے۔ یہاں بطور مثال مضمون کے درج ذیل اقتباسات پیش کرتے ہیں:

"تنقید نہایت اہم اور مفید فن ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں رحم اللہ من اہدی الیّ عیوبی۔ کوئی انسان فرشتہ نہیں، خامی بشر کے ساتھ ساتھ ہے، کہ اوّل الناس اول ناس۔ مگر اس کی شرط اولیں یہ ہے کہ بے محابا (صحیح بے محاباۃ) ہو، محض خدمت حقیقت پیش نظر رہے، ذاتیات سے دور ہو، اور معتقد کچھ اپنی جان کا بھی محاسبہ کرنے کا خوگر ہو۔"[۲۱]

ماشاء اللہ اگلا پچھلا کوئی عالم آپ کی نگاہ نکتہ نواز میں نہیں جچتا، جب اور جس کو جی چاہے نہایت تمسخر آمیز انداز میں دھتکار دیتے ہیں، بہ شرط یہ کہ حریف نے اس سے کچھ استناد کیا ہو۔ ورنہ اپنی ضرورت کے لیے تو آپ ہر متاخر کو "حجۃ اللہ فی الارض" بتاتے ہیں۔[۲۲]

آپ کو تو ہنوز یہی نہیں معلوم کہ اس وقت اس کے دو ٹکڑے مکتوبہ قرن پنجم بخط اندلس برٹش میوزیم اور پیرس میں زندہ موجود ہیں۔ مقدم الذکر کے فوٹو گراف تو مسٹر فلٹن نے ۱۹۳۳ء میں چھاپ بھی دیے ہیں، جو اس وقت عاجز کے پیش نظر ہیں۔ یہ شاہ کار جو بقول ابن حزم اندلس کے مفاخر میں سے ہے۔ آپ کے نزدیک جمہرہ و کتاب العین وغیرہ کا مجموعہ ہے و بس! یعنی کہ یہ نو ہزار صفحات قیمت میں جمہرہ و عین کے ڈھائی ہزار صفحات کے برابر ہیں۔[۲۳]

کتاب کی خوبی کی یہ تعریف آپ ہی کے ساتھ مخصوص ہے کہ "جو ابو عبداللہ کے پاس ہو"۔ کیا اگر مل گئی تو آپ پیچ کھوچ کر پلاؤ نہ اُڑائیں گے کہ پہلے آپ کُتبی (تاجر کتب) ہیں پھر کچھ اور۔[۲۴]

آپ سبع کا ترجمہ آٹھ سے کرتے ہیں اور وہ بھی تین بار۔ یہ ہے آپ کی لغویت جس کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجایا جاتا ہے۔ پھر یہ قرآنی مہارت بھی فریاد طلب ہے کہ آپ سیّد سلیمان کی قرآنی غلطیوں پر صاد کرنے والوں میں پانچویں سوار بن کے آدھمکے، مگر اپنی قرآنی مہارت کی خبر نہیں، جو یوسفؑ کے سختی کے سالوں کو آٹھ بتاتے ہیں۔[۲۵]

ہر چند کہ جہالت کوئی مسموع عذر نہیں، مگر آپ اپنے حلیف یا حریف کی رائے معارف جولائی ۱۹۳۷ء میں دیکھ لیتے۔ رہی آپ کی شہ سواری سو اب بھی کچھ نہیں گیا۔ آپ میری اور بکری کی متروکہ بیاضیں پُر کر دیجیے میں خود آپ کو ایک گھوڑا پیش کر دوں گا۔ آپ لاحاصل واویلا نہ مچائیے۔ السمط آپ کے بس کا روگ نہیں، وہ کچے تاگے سے بنی ہوئی نہیں ہے، نہ اس کے مصنف نے کچی گولی کھیلی ہے، نہ اس نے کسی کے گاڑھے پسینے کی محنت پر دھاوا مارا ہے، اور نہ وہ طلب زر و سیم کے لیے لکھی گئی۔ پھر آپ کی یہ چیخ پکار صدا بہ صحرا سے زیادہ نہیں۔[۲۶]

بیرونِ ہند کی دنیا ہمارا دل بڑھاتی ہے مگر اس بد نصیب ملک میں ہنوز صحیح علمی ذوق کا فقدان ہے اس لیے اس قسم کے حاسدانہ و معاندانہ مقالات سے ہماری تواضع اور قدر افزائی کی جاتی ہے۔ مگر کچھ نہیں! ہم دریا کے دھارے کا رخ مجبوراً ادھر پھیر دیں گے:

ملیئی لراس اخی نخوۃ بضرب یطیر عصا فیرہ[۲۷]

میمن اپنے کو عاجز اور غریب لکھتے ہیں حالانکہ عجز سے تو شرعاً پناہ مانگی گئی ہے اور غریب ہندی لفظ بمعنی فقیر ہے: سنیے جناب جواب! اس اعتراض نے تو بیسیوں سال کی جمی ہوئی تمام اندرونی آلائشیں باہر پھینک دیں.... اور

میمن کا عاجز بمعنی مسکین تو آپ کو پسند نہیں ہوتا تو پھر عاجز بمعنی اپاہج اور بے روز گار ہوئے۔ مشتق از عجز جو نا توانی (کاہلی) کا داماد اور فقر کا والد بزر گوار ہے۔ اب اس کا تصفیہ باخبر ناظرین کے ہاتھ میں ہے کہ آپ کون سے عاجز ہیں؟

سنیے! عالم اسلام میں ایسے معاندانہ مضامین کو کوئی نہیں پڑھتا۔ وہاں کاتب فوراً سے پیشتر رسوا ہو جاتا ہے، البتہ چوں کہ اردو داں پبلک کو عربی کا اتنا گہرا علم نہیں اس لیے وہ بطور تفکّہ ان مضامین کے محض رندانہ ریمارک کو پڑھ لے گی وبس! مگر علماء عربی کے متعلق ان کی رائے پیشتر سے اور زیادہ بری ہو جائے گی۔ آپ یقین مانیں عالم اسلام میں آپ کو کوئی نہیں جانتا اگر میری بات پر باور نہ ہو تو کسی اور سے مزید تصدیق کر لی جائے۔[۲۸]

آپ کی قرآن دانی کا تو یہ عالم ہے کہ سبع سنین داباً کو آپ آٹھ سمجھے ہوئے ہیں۔ آپ کو مشہور ترین حدیث البینۃ علی المدعی کی خبر تک نہیں اور جس طرح آگے آئے گا آپ متعدد صحابہ اور ان کے اعزہ کو جاہلیت کی موت مارتے یا ان کا ٹھکانا نعوذ باللہ دوزخ میں سمجھتے ہیں حالانکہ ان کے اسلام کا قصہ تو صحیح بخاری و سیرت وغیرہ میں موجود ہے۔ ان حرکات سے آپ مُحدِث تو ہو سکتے ہیں مگر محدّث بننا بڑا مشکل ہے۔[۲۹]

آپ کا یہ کہنا کہ سفیدی لب دوسرے [مجازی] معنی ہیں آپ کے لغت سے نا آشنا ہونے کی غمازی کرتا ہے۔ پھر اس کی اپنی ژولیدہ بیانی اور آشفتہ سامانی [لکھے موسیٰ پڑھے خدا] سے جو تعلیل کی ہے وہ دماغ کا من گھڑت ڈھکوسلا ہے وبس!.... رونا اس کا نہیں کہ یہ جہالت کا غیر متناہی سلسلہ ہے بلکہ اس پر تحکم بلا تفہّم کا طرہ بھی اڑایا جاتا ہے۔ اللہ مسلمانوں کو اس لا دوا مرض سے محفوظ رکھے..... کیا کہوں! خود غلط! انشاء غلط! املا غلط! اور پھر جہالت کے ساتھ وقاحت یہ تو تصنیف کی معصوم فضا کو حسد و عناد کی دُھن میں نجس کر دینا ہے۔[۳۰]

جیسا کہ اوپر ذکر آیا علامہ میمن نے اردو لغت بورڈ کراچی میں افادات میمنی کے عنوان سے ۱۹۶۸ء میں اسی سال کی عمر میں محض اپنے حافظے کے سہارے نہایت معلومات افزا خطبات ارشاد فرمائے تھے۔ افسوس اس بات کا ہے کہ تمام خطبات کی ریکارڈنگ ضائع کر دی گئی جو چند خطبات علامہ کے نامور شاگرد ڈاکٹر سید محمد یوسف مرحوم کی کوشش سے رسالہ اردو نامہ میں شائع ہوئے ان سے موضوع پر علامہ کی وسیع معلومات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ اس حوالے سے ہم بطور مثال افادات میمنی سے درج ذیل اقتباسات پیش کرتے ہیں:

"سیبویہ وہ آدمی ہے کہ جس نے عربی صرف و نحو پر وہ کتاب لکھی جس کی زمین پر کوئی مثال نہیں۔ ان سے پہلے ایک کتاب عیسیٰ بن عمر ثقفی کی تھی، دوسری کتاب خلف کی ہے۔ اس کی بابت سنیے: خلیل بن احمد اتنا بڑا امام کہ امام بخاری کے استادوں کا استاد، چناں چہ وہ صحیح بخاری میں اس سے نقل کرتے ہیں، وہ امام بخاری کا استاد نہیں بلکہ ان کے استادوں کا استاد اور سیبویہ کا استاد تھا۔ خلیل کا ایک شاگرد جو سیبویہ سے پہلے شاگردی کرتا تھا اور عربی زبان، ادب اور

شاعری میں بڑا اونچا مقام رکھتا تھا اور یہ ابونواس جو ہمارے ہاں کا مشہور شاعر ہے اس کا استاد تھا، اس نے اپنے دیوان میں اپنے استاد خلف کے دو مرثیے بھی لکھے ہیں۔ میں نے اس کی کتاب دریافت کر کے شائع کرادی ہے، اور یہ قدیم ترین کتاب ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ یہ سب ذرا ذرا سی کتبیاں ہیں، اور ان کی مصطلحات بھی سیبویہ کی مصطلحات سے قدرے مختلف ہیں، مگر سیبویہ کی کتاب کے متعلق ایک فقرہ میں نے دیکھا ہے وہ سننے کے قابل ہے۔ تمام کتابوں میں ملتا ہے، وہ یہ کہ سیبویہ کی کتاب میں صرف یہی بات نہیں ہے کہ سیبویہ سے پہلے کسی نے ایسی کتاب نہیں لکھی اس کے بعد بھی آج تک روے زمین پر نہیں لکھی گئی۔ میں نے جو تمام دنیا کے کتب خانے ٹٹولے تو ان کے اندر مجھے تین چار کتابیں ملی ہیں جن پر مسلمانوں نے اپنا سب کچھ صرف کر دیا ہے اور ان کے نسخے ایسے ایسے بے مثال ہیں کہ لکھو لکھا روپیہ ان نسخوں کی تیاری میں صرف ہوا ہے، خواہ وہ اندلس میں وہ یا مراکو میں یا مشرق میں۔ ان میں سب سے اول درجے کے اوپر تو سیبویہ کی کتاب ہے، اور نام بھی اس کا ہے الکتاب یعنی اجازت نہیں ہے کوئی لفظ بولنے کی اس کے علاوہ۔[۳۱]

اب لیجیے خیل یعنی گھوڑے کو! گھوڑا تو ایسی چیز ہے کہ آپ کو یہ سن کر بڑی حیرت ہوگی کہ دو کتابیں لیڈن سے چھپی تھیں، اور مصر میں بھی چھپی تھیں، احمد ذکی پاشا نے شائع کی تھیں، ان میں سے ایک کتاب ہے اس کا نام نسب الخیل ہے۔ انسانوں کے انساب کی بھی ہمیں تو کچھ خبر نہیں ہے مگر عربوں کے ہاں باقاعدہ ابن فلاں ابن فلاں کرتے ہیں۔ وہ جو ان کا جد امجد ہے گھوڑا، وہاں تک اس کا سلسلہ نسب پہنچایا جاتا ہے۔ عربوں نے گھوڑوں کے نسب کی حفاظت میں بہت جان کھپائی ہے۔ مجھے کسی زمانے میں شوق ہوا تھا تو میں نے بانکی پور کے کتب خانے سے دو کتابیں نکالیں، علی بن کامل نام کا ایک شخص تھا اور غالباً ساتویں صدی ہجری کا تھا، مصر کے کسی رئیس کے نام اس نے کتاب معنون کی اور اس کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا نسخہ جس کا خط بہت خوب صورت ہے، بانکی پور میں محفوظ ہے اور وہ رائل ایشاٹک سوسائٹی کلکتے میں اس کا ایک قدیم زمانے کا شائع شدہ نسخہ بھی ہے مگر اس کا علم مجھے بعد کو ہوا۔ میں نے اپنے ہاتھ سے نقل کیا تھا اور وہ بہت اچھا نسخہ ہے جو میں نے نقل کیا ہے اور وہ میرے پاس موجود ہے۔ اسی طرح ایک کتاب ہے اس کا نام ہے کتاب الحلبة یعنی گھڑ دوڑ اور اس سلسلے میں جو کچھ بھی ہے، اور گھوڑوں کے سب نام اور ان کی نسلیں کہاں کہاں اور کن کن قبائل میں پائی جاتی ہیں، اور جو اشعار لکھے گئے ہیں عربی شاعری میں اس سلسلے کے، وہ سب۔[۳۲]

علامہ میمن عمر بھر ترکوں کی علمی خدمات اور عالم اسلام کے علمی ذخائر کی حفاظت کے حوالے سے مدح خواں رہے۔ اس موضوع پر انھی علمی خطبات کے دوران انھوں نے فرمایا تھا:

"میں نے بہت عجیب عجیب کتابیں دیکھی ہیں، اور ان کا مخزن قسطنطنیہ میں ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ اکثر سنا کرتے ہوں گے کہ اسپین کی اسکوریال کی لائبریری میں کتابیں بہت اچھی ہیں اور بہت قدیم۔ میں نے اس کی فہرست پڑھی ہے اور قسطنطنیہ کے کم از کم ایک سو چھوٹے بڑے کتب خانے دیکھے ہیں، میرا خیال ہے کہ جو ترکی کے پاس

کتابیں ہیں ان کی کوئی مثال نہیں۔ اس بات کو سب نے مان بھی لیا ہے، پہلے تو نہیں سمجھتے تھے، مگر اب مان گئے ہیں۔ یہ بہت قدیم کتابیں ہیں، جو خلفائے بغداد کے زمانے کی ہیں..... ترکوں کے نام پر درود وسلام بھیجیے کہ انھوں نے ان چیزوں کو محفوظ رکھا ہے اور مجھے یہ الفاظ یوں بار بار کہنے پڑتے ہیں کہ ہمارے عرب بھائی ان دنوں ترکوں کے ساتھ بہت غیر منصفانہ سلوک کر رہے ہیں جو ہر گز حلال نہیں۔[۳۳]

## حوالہ جات:

۱۔ یہ تفصیلات علامہ میمن کی ریکارڈ شدہ یادداشتوں سے ماخوذ ہیں جن کی کیسٹ راقم کے پاس محفوظ ہے۔

۲۔ ملاحظہ فرمایئے: مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں از محمد عمران خان ندوی، ادارہ احیائے علم ودعوت لکھنو، ۲۰۰۴ء، ص ۱۱۱

۳۔ علامہ میمن جون ۱۹۱۳ء میں رامپور سے لاہور پہنچے۔ جیسا کہ اوپر ذکر آیا، لاہور آمد کی اصل غرض یہ تھی کہ پنجاب یونی ورسٹی کے تحت مولوی فاضل کے امتحان میں شرکت کریں۔ اس دور میں علامہ شدید مشکل حالات سے گزر رہے تھے لیکن ہمت اور حوصلہ اس قدر تھا کہ اپنی منزل کی راہ میں کبھی ان حالات سے ہار نہ مانی۔ اس صورت حال کی وجہ سے آپ نے امرتسر کے معروف اخبار وکیل کے دفتر میں ملازمت کی۔ اسی اخبار کے دفتر سے تہذیب الاخلاق نامی رسالہ بھی نکلتا تھا۔ اس رسالے کے لیے آپ نے تقریباً ۲۰ یا ۲۲ روز تک کام کیا لیکن جلد ہی حالات نے ایسی کروٹ لی کہ ان کو مولوی فاضل کے امتحان میں نمایاں کامیابی کی اطلاع امرتسر میں ملی جس کے بعد وہ امرتسر سے لاہور پہنچے۔ اس کے بعد کی تفصیلات علامہ میمن نے اپنے ٹی وی انٹرویو میں یوں بیان فرمائیں:

وکیل اخبار کے دفتر سے تہذیب الاخلاق جو سعید احمد خاں (علی گڑھ والے) نکالتے تھے، وہاں میں نے غالباً ۲۲ دن کے لگ بھگ کام کیا ہوگا اتنے میں مجھے اطلاع ملی کہ میں نے پنجاب یونی ورسٹی سے جو مولوی فاضل کا امتحان دیا تھا، اس میں دو عبدالعزیز فرسٹ کلاس میں آئے ہیں۔ دونوں میں فرسٹ کون ہے یہ نہیں معلوم تھا۔ بعد کو مجھے لاہور سے یہ اطلاع آئی کہ تم ہی فرسٹ کلاس بھی ہو اور فرسٹ بھی ہو اور وہ دوسرے عبدالعزیز، اگرچہ بہت قابل آدمی ہیں لیکن شاید دس بارہ نمبر مجھ سے کم ہیں۔ پھر پنجاب یونی ورسٹی نے مجھے بلایا اور کہا کہ تمہیں اسکالرشپ دیں گے، تم آئندہ اپنی تعلیم جاری رکھنا مگر اس زمانے میں موسمی بخار کا دور تھا اور میں بہ مشکل بیس بائیس دن لاہور میں رہا۔ اس عرصے میں ایڈورڈز کالج پشاور میں ایک مولوی صاحب استاد تھے جن کی پرنسپل سے کوئی کھٹ پٹ (اختلاف) ہوگئی اور پرنسپل صاحب نے ہمارے پرنسپل (وولنر) کو تار دیا کہ مجھے عربی فارسی کا ایک پروفیسر چاہیے۔ الغرض وہ مجھ تک نوبت آئی اور میرے سلسلے میں تار کے ذریعے ان سے بات کی اور مجھے وہاں بلالیا گیا اور میری تنخواہ وہاں ستر روپے مقرر کی گئی۔

۴۔ ملاحظہ فرمایئے: لباب المعارف العلمیہ از مولوی عبدالرحیم، ۱۹۱۸ء، ص ۴۲۵ تا ۴۳۲

۵۔ ملاحظہ فرمایئے: والد محترم علامہ پروفیسر عبدالعزیز میمن مرحوم ومغفور۔ ایک عالم اور ایک انسان از پروفیسر محمد محمود میمن، ماہ نامہ "فکر ونظر" اسلام آباد، جون ۱۹۷۹ء، ص ۵۴

۶۔ ملاحظہ فرمایئے: رسالہ نقوش لاہور، مکاتیب نمبر، ۱۹۵۷ء، ص ۳۲۴۔ نیز ملاحظہ فرمایئے: "افادات مولانا عبدالعزیز میمن" از پروفیسر سید محمد سلیم، سہ ماہی فکر ونظر اسلام آباد، مئی ۱۹۸۰ء۔

۷۔ ملاحظہ فرمایئے: افادات مولانا عبدالعزیز میمن از پروفیسر سید محمد سلیم، سہ ماہی "فکر ونظر" اسلام آباد، مئی ۱۹۸۰ء نیز ملاحظہ فرمایئے: مجلّۃ المجمع العلمی الھندی (میمن نمبر) جلد دوم، شعبہء عربی مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ، ۱۹۸۵ء، ص ۱۴۷

۸۔ ملاحظہ فرمایئے: ہفت روزہ، الیمامۃ، ریاض، ۷ جولائی، ۱۹۷۵ء۔

۹۔ ملاحظہ فرمایئے: ہفت روزہ، اخبار جہاں کراچی، ۳۰ ستمبر ۱۹۷۰ء۔

۱۰۔ ملاحظہ فرمایئے: اسلاف کی آخری صدا بے آواز ہوگئی از فرید احمد، ماہ نامہ، "سب رس" کراچی (یادِ رفتگاں نمبر دوم)، اپریل ۱۹۸۲ء۔

۱۱۔ قبسۃ الخاطی الشادی المیمن من جذوۃ الشاطی الوادی الایمنپر برصغیر کے معروف علمی اور تحقیقی رسالے ماہ نامہ معارف اعظم گڑھ بابت اکتوبر ۱۹۲۱ء میں جو تبصرہ شائع ہوا وہ ہم یہاں پیش کرتے ہیں۔ تبصرہ نگار کا نام تو درج نہیں لیکن اندرونی شہادتوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ تبصرہ مدیر معارف مولانا سیّد سلیمان ندوی کے قلم سے ہے:

”مولوی عبدالعزیز صاحب پروفیسر ایڈورڈس کالج پشاور نے یہ کتاب ان طلبا کے فائدے کے لیے لکھی ہے جنھوں نے بی اے میں عربی لی ہے۔ ابتدا میں ان مصنفین کی مختصر سوانح عمریاں بھی لکھ دی ہیں جن کی تصانیف کے اقتباسات بی اے کورس میں لیے گئے ہیں اس کے بعد کتاب کو حصہ نثر اور حصہ نظم میں تقسیم کی گئی ہے۔ حصہء نثر میں ہر لفظ کے اوپر ہندسے لگا کر اصل کتاب کی ان سطروں کو بھی ظاہر کیا گیا ہے جن میں وہ واقع ہے اس کے بعد سلیس وعام فہم اردو میں ان کی تشریح وتوضیح کی گئی ہے۔ حصہء نظم میں ہر قصیدہ کے اشعار کے نمبروار ترجمے دیے گئے ہیں۔ ہر قصیدہ کے اول میں ممدوح، قصیدہ کا شان نزول یا اور جو کوئی تشریح طلب بات نظر آئی، اس کی تشریح کر دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ نیز کوئی خاص جغرافیائی، تاریخی، نحوی، عروضی قابل توضیح چیز نظر آئی تو اس کو حاشیے میں جگہ دی گئی ہے۔ غرض ہر طرح سے اس کتاب کو طلبا کے لیے مفید بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ بے خطر کہا جا سکتا ہے کہ جناب مصنف اپنی کوششوں میں کامیاب ہیں۔ ہم طلبا کہ اس کی جانب متوجہ کرنا چاہتے ہیں اور ان سے اس کتاب کی سفارش کرتے ہیں۔ امید ہے کہ یہ کتاب ان کو اور دوسری کتابوں سے بے نیاز کر دے گی۔

صفحے ۲۰۸، تقطیع: بڑی، کاغذ: سفید، لکھائی چھپائی: اچھی، ملنے کا پتا: پروفیسر عبدالعزیز صاحب ایڈورڈس کالج پشاور“

قبسۃ الخاطی الشادی المیمن من جذوۃ الشاطی الوادی الایمن کے مطالعے سے ایک اور افسوس ناک حقیقت کا علم ہوا جس کا تعلق ہمارے ہاں علمی وتحقیقی کتب کی کم یابی سے ہے۔ یہ کتاب ۱۹۱۸ء میں ایک ہزار کی تعداد میں شائع ہوئی تھی لیکن کراچی سے پشاور تک علامہ میمن کی کتب کی تلاش کے دوران اس کتاب کے صرف اور صرف ایک نسخے کا ہی سراغ مل سکا جو ذخیرہ پروفیسر محمد اقبال مجددی میں محفوظ ہے۔

۱۲۔ فہرست کتب ذخیرہ پروفیسر محمد اقبال مجددی مخزونہ پنجاب یونی ورسٹی لائبریری لاہور، جلد اول، طبع اول، ۲۰۱۶ء، ص ۳۸۶
۱۳۔ ملاحظہ فرمایئے: حیاتِ شاداں بلگرامی از سید اصغر علی شادانی، کراچی ۱۹۸۶، ص ۲۹۰
۱۴۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، معارف، اعظم گڑھ، اپریل ۱۹۳۸ء
۱۵۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، مخزن، لاہور، جون ۱۹۲۰ء، ص ۱۲
۱۶۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، مخزن، لاہور، جولائی ۱۹۲۰ء، ص ۲۰
۱۷۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، معارف، اعظم گڑھ، مارچ ۱۹۲۴ء
۱۸۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، معارف، اعظم گڑھ، نومبر ۱۹۲۵ء، ص ۳۵۴
۱۹۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، معارف، اعظم گڑھ، مئی ۱۹۲۸ء، ص ۳۴۵
۲۰۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، معارف، اعظم گڑھ، مئی ۱۹۲۸ء، ص ۳۴۷
۲۱۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، برہان، دہلی، دسمبر ۱۹۳۸ء، ص ۳۱
۲۲۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، برہان، دہلی، دسمبر ۱۹۳۸ء، ص ۲۸
۲۳۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، برہان، دہلی، جنوری ۱۹۳۹ء، ص ۲۸
۲۴۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، برہان، دہلی، دسمبر ۱۹۳۸ء، ص ۲۸
۲۵۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، برہان، دہلی، جنوری ۱۹۳۹، ص ۳۳
۲۶۔ ایضاً، ص ۳۹
۲۷۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، برہان، دہلی، فروری ۱۹۳۹ء، ص ۱۳۲
۲۸۔ ایضاً
۲۹۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، برہان، دہلی، مارچ ۱۹۳۹، ص ۱۴۰
۳۰۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، برہان، دہلی، اپریل ۱۹۳۹، ص ۲۹۱
۳۱۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، اردو نامہ، کراچی، شمارہ نمبر ۳۲، ص ۸۲
۳۲۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، اردو نامہ، کراچی، شمارہ نمبر ۳۳، ص ۱۲
۳۳۔ ملاحظہ فرمایئے: ماہ نامہ، اردو نامہ، کراچی، شمارہ نمبر ۳۷، ص ۹۵

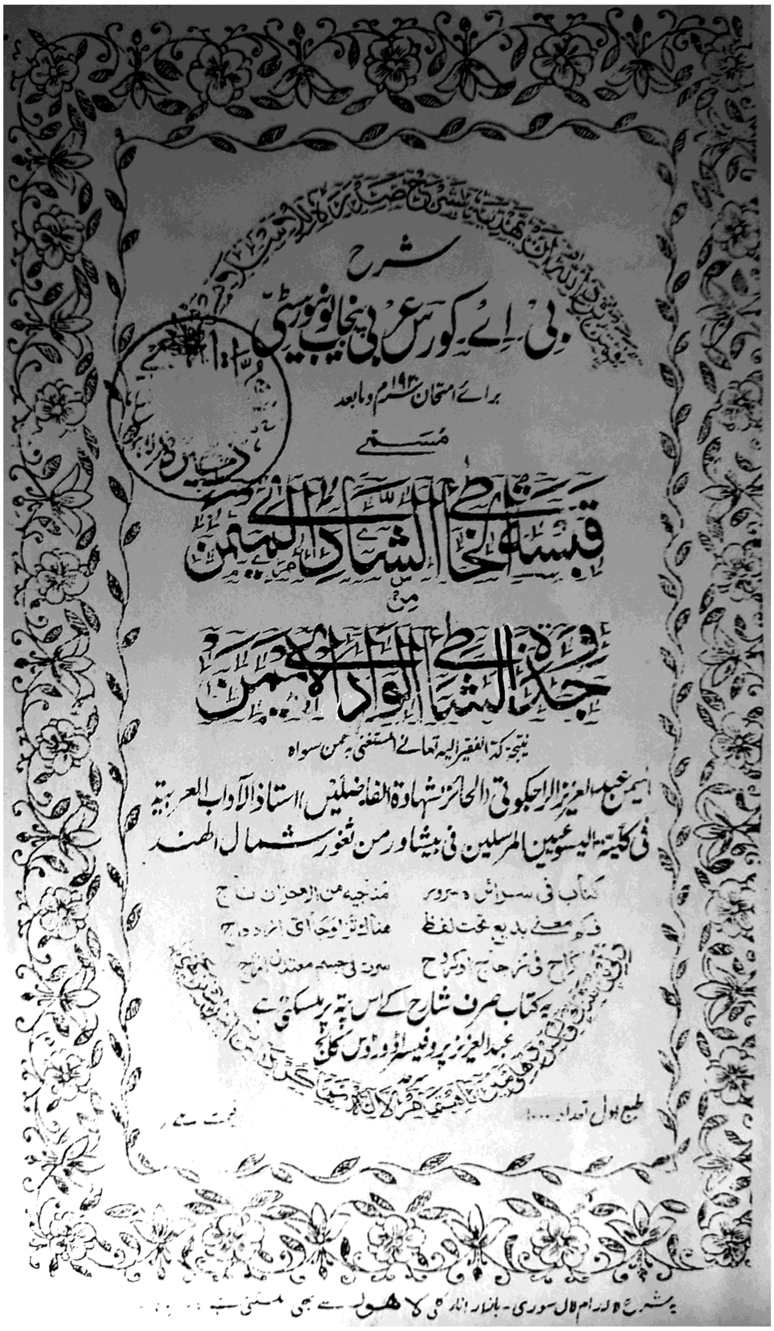
شرح
بی اے کورس عربی پنجاب یونیورسٹی
برائے امتحان ۱۹۲۰ء وما بعد
مسمّٰی
قبسة الخاطى الشادى اليمين
من
جذوة الشاطى الوادى الايمن
نتيجة كد الفقير اليه تعالى المستغنى به عمن سواه
الميمن عبد العزيز الراجكوتى الحائز شهادة الفاضلين استاذ الآداب العربية
فى كلية اليسوعيين المرسلين فى بيشاور من ثغور شمال الهند
یہ کتاب صرف شارح کے اس پتہ پر مل سکتی ہے
عبد العزیز پروفیسر ایڈورڈس کالج
طبع اول تعداد ....

شرح بی اے کورس عربی

(قدیم) قبسة الخاطى الشادى اليمين من جذوة الشاطى الوادى الايمن مطبوعہ ۱۹۱۸ء کا سرورق

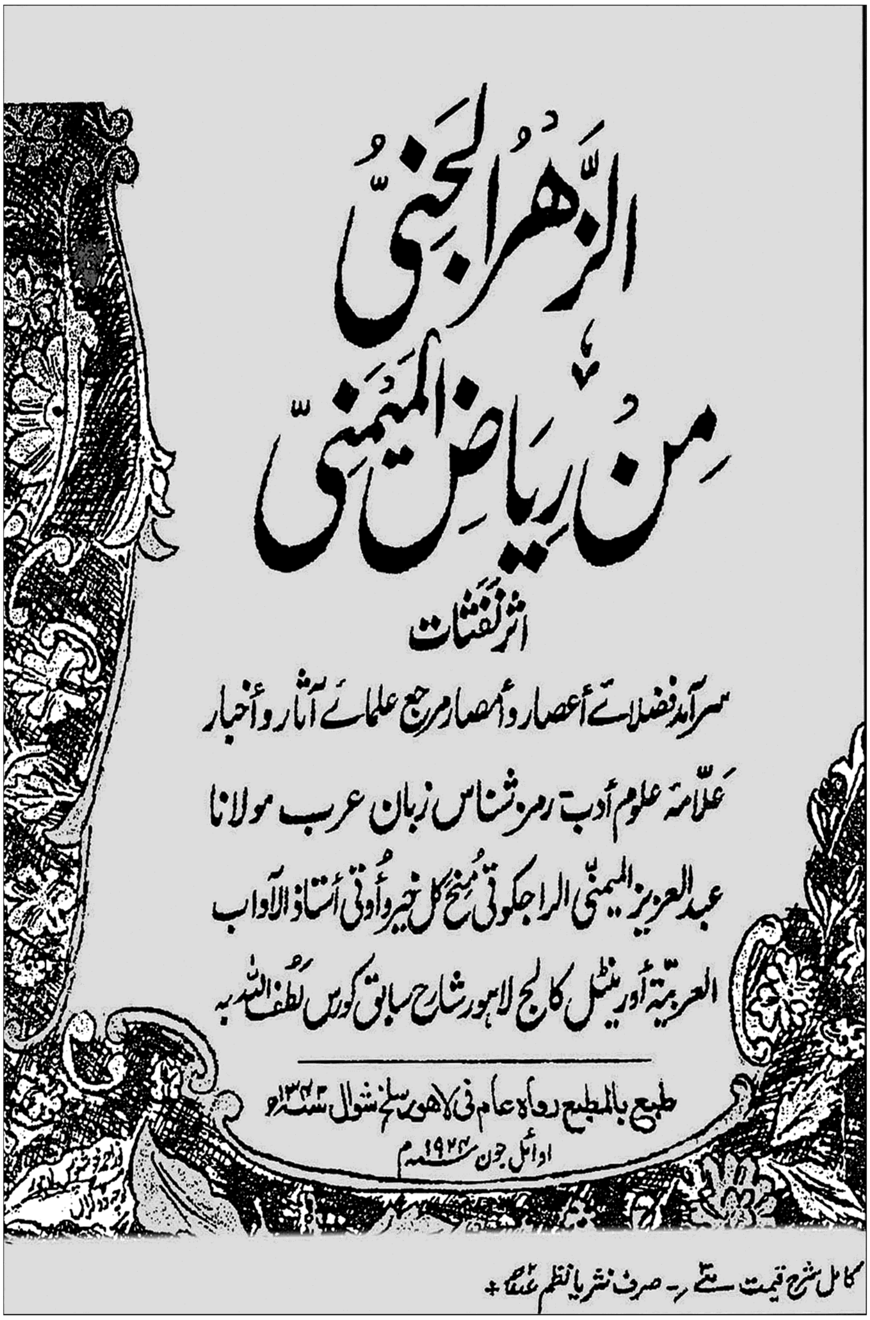
الزّهرُ الجَنّیُ
مِن رِیاضِ المَیمَنی
اثر نفثات
سرآمد فضلائے أعصار و أمصار مرجع علمائے آثار و أخبار
علّامہ علوم أدب رمز شناس زبان عرب مولانا
عبدالعزیز المیمنیّ الراجکوتی مُنح کل خیر و أوتی أستاذ الآداب
العربیة أورینٹل کالج لاہور شارح سابق کورس لطف اللّٰہ بہ
طبع بالمطبع رفاہ عام فی لاہور سلخ شوال سنہ ۱۳۴۲ھ
اوائل جون سنہ ۱۹۲۴م
کامل شرح قیمت سے ۔ صرف نثر یا نظم ۱۲؎ +

شرح بی اے عربی کورس (جدید) الزّہرالجَنی مِن رِیاض المَیمنی مطبوعہ ۱۹۲۴ء کا سرورق

بعض ایسی کتابوں کے نام جو متعدد مقامات پر چھپی ہیں تاکہ حوالہ طلب صاحبان پریشانی [illegible]

| | |
|---|---|
| مجمع الامثال للمیدانی مطبع خیریہ مصر ١٣١٠ھ | الکامل لمحمد بن یزید المبرد - التقدم العلمیہ مصر ١٣٢٣ھ |
| الاغانی ۲۱ جلد مطبعة التقدم مصر تقریباً ١٣٢٣ھ | الامامة والسیاسة لابن قتیبة مصر ١٣٣١ھ |
| مراصد الاطلاع علی اسماء الامکنة والبقاع - ایران ١٣١٠ھ | الشعر والشعراء مطبعة التقدم مصر ١٣٢٣ھ |
| الشریشی بشرح مقامات الحریری مصر ١٣١٤ھ | حیاة الحیوان الکبری للدمیری - الشرفیہ مصر ١٣١٥ھ |
| المفضلیات للضبی مطبعة التقدم مصر ١٣٢٤ھ | تاریخ الفخری مطبعة الموسوعات مصر ١٣١٧ھ |
| جمهرة الامثال للعسکری بمبئی ١٣٠٦ھ | الاحاجی العرب بشرح محمد توفیق البکری مصر ١٣١٣ھ |
| التبریزی بشرح الحماسہ بولاق مصر ١٢٩٦ھ | التبیان شرح دیوان المتنبی لابی البقاء العکبری مع |
| عقد الفرید لابن عبد ربہ - عامرہ مصر ١٣٠٥ھ | الصبح المنبی عن حیثیة المتنبی - مصر ١٣٠٨ھ |
| سیرة ابن هشام علی هامش زاد المعاد میمنیہ مصر ١٣٢٤ھ | شفاء الغلیل للخفاجی مصر ١٣٢٥ھ |

وغیرہا

## شرح ایف اے کورس عربی جدید

پنجاب یونیورسٹی

اس سے پیشتر طبع و نشر ہو چکی ہے۔ نہایت کارآمد شرح ہے علاوہ تراجم و حواشی کے شروع میں قریباً [illegible] مشکلات بھی دیگئی ہیں۔ لکھائی چھپائی نہایت پاکیزہ اور کاغذ دبیز و سفید ہے شارح سے بقیمت عہ منگائی جاسکتی ہے

ذیلی نوٹ

دونوں کتابوں کے جس نسخہ پر شارح کے قلمی دستخط ثبت نہوں وہ مال مسروق تصور ہوگا۔

یہ دونوں شرحیں لالہ رام لال سوری انارکلی لاہور سے بھی مل سکتی ہیں :-

## شرح ایف اے کورس فارسی

از شارح مذکور۔ لالہ رام لال سوری تاجر کتب انارکلی بازار لاہور سے بقیمت عہ منگائی جاسکتی ہے :

قبسة الخاطی الشادی الیمن من جذوة الشاطی الوادی الایمن کا پس ورق جس میں علامہ میمن کی دو اور اردو کتب یعنی شرح ایف اے عربی کورس اور شرح ایف اے فارسی کورس کا ذکر موجود ہے۔

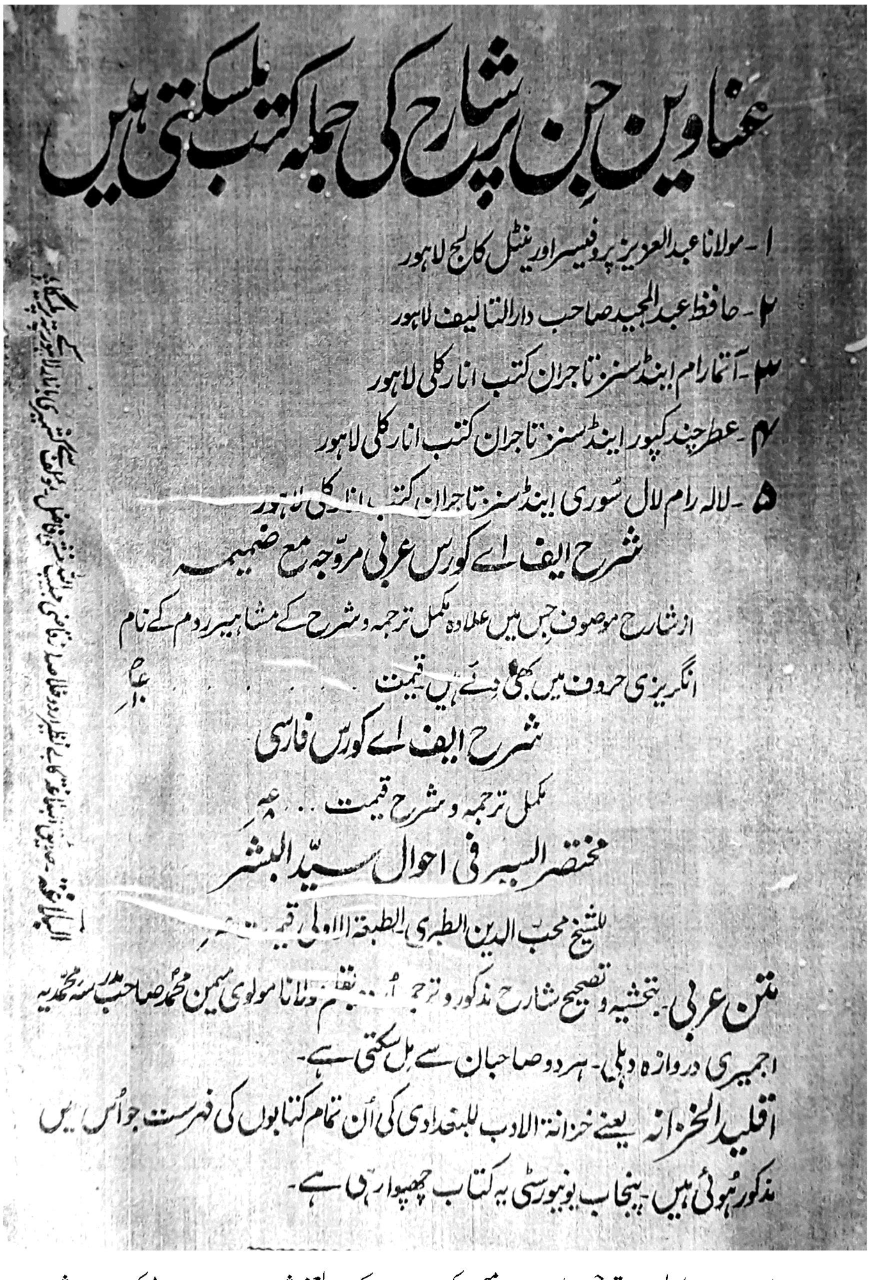

عناوین جن پر شارح کی جملہ کتب مل سکتی ہیں

۱- مولانا عبدالعزیز پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

۲- حافظ عبدالمجید صاحب دارالتالیف لاہور

۳- آتما رام اینڈ سنز تاجران کتب انارکلی لاہور

۴- عطر چند کپور اینڈ سنز تاجران کتب انارکلی لاہور

۵- لالہ رام لال سوری اینڈ سنز تاجران کتب انارکلی لاہور

شرح ایف اے کورس عربی مروجہ مع ضمیمہ

از شارح موصوف جس میں علاوہ مکمل ترجمہ و شرح کے مشاہیر روم کے نام انگریزی حروف میں بھی دیئے ہیں قیمت [illegible]

شرح ایف اے کورس فارسی

مکمل ترجمہ و شرح قیمت .. عہ

مختصر السیر فی احوال سیّد البشر

للشیخ محب الدین الطبری الطبعۃ الاولی قیمت [illegible]

متن عربی- تحشیہ و تصحیح شارح مذکور و ترجمہ ... بقلم مولانا مولوی میمن محمد صاحب مدرسہ محمدیہ اجمیری دروازہ دہلی- ہردو صاحبان سے مل سکتی ہے-

اقلید الخزانہ یعنے خزانۃ الادب للبغدادی کی اُن تمام کتابوں کی فہرست جو اُس میں مذکور ہوئی ہیں- پنجاب یونیورسٹی یہ کتاب چھپوا رہی ہے-

الزّہرالجَنی مِن رِیاض المَیمنی کا پس ورق جس میں علامہ میمن کی دو اور اردو کتب یعنی شرح ایف اے عربی کورس اور شرح ایف اے فارسی کورس کا ذکر موجود ہے

**Abstract**

This article presents the Urdu works of a renowned Arabic scholar and linguist Allama Abdul Aziz Memon. Inspired by the works of his favorite poet Abul Aala Mua'arri, he wrote about his works in Urdu as well. He has also found mistakes in the works and translation of D. S. Margoliouth and Reynold Alleyne Nicholson. Their works have led the entire Europe into wrong direction. The works of Mua'arri translated into English are not free from mistakes. The biographical account written by them contains many mistakes. The article provides his short Urdu pieces. In one of his pieces, he shared the notion of Ibne Khaldun about literature. Ibne Khaldun is about the definition of literature that it is a systematic study of language, history, lexicography, ethics, qawafi, ansaab, akhbaar and prosody.

**Keywords:** Abul Aala Mua'arri, Ibne Khaldun, definition of literature